بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ

REFUTATION OF QADIANI ACCUSATION

By

Allama Rev. Abdul Haqq

Prof.North India Theological College

رَدِّ بہتانِ قادیانی

سیدنا مسیح کے حق میں مرزائے قادیانی کی بدزبانی کا تحقیقی جواب

مصنفہ

جناب علامہ عبدالحق صاحب۔فاتح قادیان

پروفیسر نارتھ انڈیا تھیالوجیکل کالج

1936

جناب علامہ عبدالحق صاحب کی ایک اور تصنیف

کلامِ حق

ہے جس میں اوّل آپ نے اسلامی اور مسیحی نقطہ ہائے نگاہ سے کلامِ الہٰی کی صحت واصلیت پر سیر کنُ بحث کی ہے اور پھر ان کلمات پر تفصیل کے ساتھ محققانہ نظر ڈالی ہے جو انجیل سے خارج کئے گئے ہیں ۔ ان کے اخراج کی وجہ کا بیان اس قدر تشفی بخش ہے کہ کوئی بھی حق پسند خدا ترس مسلمان اسے پڑھنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ انجیل شریف میں (نعوذ باالله) تحریف ہو گئ ہے۔ مسیحیوں اور غیر مسیحیوں دونوں کے لئے مفید کتاب ہے۔

ردّ بہتان قادیانی

مصنفہ جناب علامہ مولوی پادری عبدالحق صاحب فاتح قادیان

پروفیسر نارتھ انڈیا تھیالوجیکل کالج

قادیانی بہتان

مرزاغلام احمد صاحب قادیانی نے ہمارے منجی خداوند کے بارہ میں لکھاہے کہ "آپ کا خاندان نہایت پاک اور مطہرہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کاوجود ظہور پذیرہوا۔۔۔آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان رہے۔ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے۔" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹)۔

بنائے بہتان

اس میں شک نہیں کہ مرزاصاحب قادیانی نے اپنے ادّعای کسرِ صلیب کا خالی ڈھول پیٹتے ہوئے محض مسیحیوں کی دلآزاری اور ان کو چڑانے کی غرض سے آنخداوند کی نسبت ایسے تہذیب واخلاق سے گرے ہوئے اور ہتک آمیز کلمات قلمبند کئے ہیں۔ جیسا کہ ان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ " نادان پادریوں کو چاہیے کہ بدزبانی اور گالیوں کا طریق چھوڑدیں۔ورنہ نامعلوم خدا کی غیرت *1 کیا کیا ان کو دکھلائیگی۔" (حاشیہ ضمیمہ صفحہ ۹)

مگر ان کی امت کے لوگ اس " بدزبانی اور گالیوں" کے طریق کی مذمت کرنے اور اس سے اپنی بیزاری ظاہر کرنے کی بجائے محض حسن عقیدت کی بنا پر بے سوچے سمجھنے کی مرزاصاحب آنجہانی کے اس ناروافعل کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ بلکہ ایسے ناگفتہ بہ کلمات کو کسرِ صلیب کا کوئی بڑا کارنامہ خیال کرکے کورانہ تقلید میں ابھی تک اپنی تقریروں اور تحریروں میں بار بار دہرانے *1 سے باز نہیں آتے اور اپنی اس خلافِ حق کارروائی کو حق بجانب قرار دینے کے لئے یہ بے بنیاد دعویٰ پیش کرتے ہیں کہ موجودہ

---

*1 گویامرزاصاحب قادیانی کسی پادری کی گالیوں کے مقابل اپنی طرف سے گالیوں کاطریق اختیار کئے جانے کوخدا کی غیرت کا اظہار قرار دیتے ہیں مگر یہ تین وجہ سے باطل ہے (اوّل) اگر کسی پادری نے بالفرض گالیوں کا طریق اختیار کیا تھا تو قصور اس پادری کا تھا نہ کہ آنخداوند کا۔پس کسی پادری سے بدلہ لینے کی غرض سے آنخداوند کی ہتک کرنا کسی صورت میں بھی حق بجانب نہ ٹھہریگا۔ (دوم) اگر بدی کا بدلہ بدی کو اصول کے صحیح فرض کریں تو اس سے خدائے تعالیٰ کی قدوسیت یاقدرتِ مطلقہ میں سے کسی کا انکار لازم آئیگا۔ کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ قدوس ہے اور اس کی ذات ہر قسم کی بدی سے منزہ ہونے کے باوصف قادر مطلق ہے تو ماننا پڑیگا کہ نیکی ہی حقیقی قدرت اور قوت ہے اور اس کے مقابل بدی فی الحقیقت عجز اور ضعف ہے اگرچہ ظاہری اور عارضی طور پر بدی ہی قدرت اور قوت کیوں نہ دکھائی دے) پس اگر بدی پر غلبہ پانے کے لئے بدی سے اس کامقابلہ کرنا ہی الہیٰ غیرت کا اظہار ہو تو نیکی کی قدرت اور قوت کا انکارلازم آئیگا۔ ازیں جہت اصولی طور پر بدی کو قوت اور غلبہ کا سبب ٹھہرانا اور الہیٰ غیرت کا اظہار قرار دینا خدائے تعالیٰ کی پاک مرضی وطبعیت سے موافقت نہیں رکھ سکتا۔ اسی لئے کلامِ مقدس میں بدی کو عجز اور مغلوبیت کا باعث اور نیکی کوقوت کا اور غلبہ کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ " اے عزیزو انتقام نہ لو۔۔۔۔ بلکہ اگر تیرادشمن بھوکا ہو تو اس کو کھانا کھلا۔اگر پیاسا ہو تو اسے پانی پلا۔ بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعہ سے بدی پر غالب آؤ۔(انجیل شریف خطِ رومیوں ۱۲،آیت ۱۹ تا ۲۱)۔ پس جسمانی نظام میں عارضی طور پر تو بدی کسی صورت میں قوت اور غلبہ کا سبب ہوسکتی ہے مگرروحانی نظام اور مذہبی عالم میں بدی کو بطور قوت اور غلبہ کے کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ برعکس اس کے وہ عجز اورکمزوری کا سبب اور نشان ہوگی (سوم) اگر گالی بدلہ گالی جائزہو تو بھر چوری اور زنا کے معاملہ میں کیا عملدرآمد ہوگا؟ کیا جس شخص کے برخلاف یہ برے کام سرزد ہوں اس کے لئے چور اور زانی کے ہاں بدلہ میں ایسی بدکرداری کا ارتکاب جائزہوگا ؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو چوری اور زنا ناجائزفعل ہیں کبھی جائز بھی ٹھہرینگے ؟ اور اگر جواب نفی میں ہو تو بدی کے بدلہ میں بدی کا اصول باطل ٹھہریگا۔ اور اس لئے بدزبانی اور گالیوں کے طریق کے مقابل یہی طریق اختیار کرنے والے لوگ خدا کے بارہ میں غیرت تو رکھتے ہیں مگر سمجھ کے ساتھ نہیں۔ اس لئے کہ وہ خدا کی راستبازی سے ناواقف ہو کر اپنی راستبازی قائم کرنے کی کوشش کرکے خدا کی راستبازی کے تابع نہ ہوئے۔ منہ

انجیل کے بیانات کی بنا پر آنخداوند کے بارہ میں ایسے ناشائستہ کلمات اور گستاخانہ لب ولہجہ کا طریق درست ہے۔ حالانکہ اگروہ عقل وانصاف سے کام لیں تو انہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ جب خود انجیل نویسوں کی نظر میں آنخداوند کی یہ شان ہے کہ۔

شہادت اناجیل

" دیکھو بادل میں سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔" (انجیل شریف بہ مطابق حضرت ۱۷،آیت ۵)۔

" خدا کے بیٹے یسوع مسیح کی انجیل کا شروع (مرقس ۱،آیت ۱)۔

" اور یسوع حکمت اور قدوقامت اور خدا کی اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا۔" (لوقا ۲،آیت ۵۲)۔

" یہ اس لئے لکھے گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے۔ اور ایمان لاکر اس کے نام سے زندگی پاؤ۔" (یوحنا ۲۰،آیت ۳۱)۔

1*۔ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے سہ روزہ آرگن پیغام صلح مطبوعہ ۱۹ مئی ۱۹۳۲ء میں بھی " اناجیل مروجہ اور یسوع مسیح " کے عنوان کے ماتحت " یسوع کا نسب نامہ آباو اجداد کے لحاظ سے " کی سرخی دیکر انہی خیالات کا اعادہ کیا ہے۔منہ

غیر مرزائی نقطہ نگاہ

اور جبکہ بیشمار مسیحیوں (جن کے مقابل دنیوی علم وفضل کے لحاظ سے بھی مرزائی صاحبان کسی شمار وقطار میں نہیں) کے علاوہ کثیر التعداد اہل عقل ورائے مسلمانوں ۔ ہندوؤں بلکہ دہریوں تک کو انہی اناجیل میں سیدنا مسیح کی نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی بے لوث اور عدیم المثال قابل نمونہ زندگی کی تصویر دکھائی دیتی ہے تو اگر مرزا صاحب قادیانی اور ان کے معدودے چند پیروؤں اور ان کے ہم خیال آنخداوند کے چند دیگر مخالفوں کو خود انجیل نویسوں کی منشا اور بے شمار مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے نقطہ نگاہ کے برخلاف اسی انجیل مقدس میں سیدنا مسیح کی بے عیب تصویر معیوب دکھائی دے۔

حقیقت انجیل اور مرزائی نقطہ نگاہ

تولامحالہ اس حق ناشناسی کا باعث ان کی اپنی ہی نظر کا فتور اور قصور ہوسکتا ہے نہ کہ انجیل مقدس کے بصیرت افروز بیانات۔ بفحوائے قول قایل۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمہ آفتاب راچہ گناہ؟

اور کلامِ مقدس میں ایسے مخالفوں کے متعلق یہی لکھاہے کہ

" اگر ہماری خوشخبری (یا انجیل) پر پردہ پڑا ہے تو ہلاک ہونے والوں کے واسطے ہی پڑا ہے۔ یعنی ان بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کو اس جہان کے خدا نے اندھا کردیا ہے تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اس کے جلال کی خوشخبری (یا انجیل) کی روشنی ان پر نہ پڑے" (۲ کرنتھیوں ۴،آیت ۳تا ۴)۔

پس مرزائی نقطہ نگاہ کے زیر اثر حقیقتِ انجیل سے کماحقہ آگاہ ہوجانا از حد مشکل ہے ہے۔ اس لئے کہ

نفسانی آدمی خدا کے روح کی باتیں قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں۔ اور نہ وہ انہیں سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ روحانی طور پر پرکھی جاتی ہیں۔ (۱۔ کرنتھیوں ۲آیت ۱۴)۔

ایسا شخص اپنا جسمانی عقل پر بے فائدہ پھول کر دیکھی ہوئی چیزوں میں مصروف رہتا ہے۔" (خطِ کلسیوں ۲،آیت ۱۸)۔

جسمانی عقل اور روحانی بصیرت

علاوہ بریں جو شخص ضرورت الہام کا قائل ہوگا اسے لامحالہ ماننا پڑیگا کہ جسمانی عقل اور دینوی حکمت محض دیدنی چیزوں اور جسمانیت سے متعلق ہیں۔ اور انہی کے بارہ میں ان کا حکم یقینی اور قطعی ہوسکتاہے۔ مگر الہیٰ عرفان کے حصول کے لئے محض جسمانی عقل اورروحانی حقائق (مثلاً روحانی خوبی وعیب کی حقیقت) کو جانچنے کے لئے محض دینوی حکمت اور نفسانی خیالات صحیح آلہ کار نہیں ہوسکتے اور نہ روحانی امور کے متعلق ان کا حکم یقینی اور قطعی مانا جاسکتا ہے ۔ ورنہ کسی قسم کے الہامی کلام وآسمانی ہدایت وروحانی بصیرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہیگی ۔ مگر

" جب خدا کی حکمت کے مطابق دنیا نے اپنی حکمت سے خدا کو نہ جانا۔"

(۱ کرنتھیوں ۱،آیت ۲۱)۔ تو

" جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں ، نہ کانوں نہ سنیں ۔ نہ آدی کے دل میں آئیں ۔ وہ سب خدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیار کردیں۔ لیکن ہم پر خدا نے ان کو روح کے وسیلے سے ظاہر کیا۔ کیونکہ انسانوں میں سے کون کسی انسان ک باتیں جانتاہے۔ سوانسان کی اپنی روح کے جو اس میں ہے۔ اسی طرح خدا کے روح کے سوا کوئی خدا کی باتیں نہیں جانتا۔" (۱ کرنتھیوں ۲،آیت ۹ تا ۱۱)۔

مرزائی سوء فہمی کا سبب

پس روحانی حقائق نہ محض جسمانی عقل سے سمجھ میں آسکتے ہیں اور نہ ان کے پرکھنے کے لئے محض دینوی حکمت اور نفسانی خیالات کو بے خطا معیار تسلیم کیاجاسکتاہے۔ مگر چونکہ مرزائی صاحبان روحانی بصیرت کی رہنمائی اور انجیلی طرز بیان کی روشنی میں انجیل مقدس کے بیانات پر غور کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ نفسانی خیالات کے زیر اثر اور مرزائی طرز بیان کے مطابق (جس کے وہ عادی ہوچکے ہیں) محض عیب جوئی کی نیت سے ان پر مخالفانہ نظر ڈالنا اور اصول تفسیر کی پابندی سے قطعاً آزادرہ کر من مانی تاویلیں گھڑنا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کتاب مقدس کے محاسن بھی ان کی نظر میں معائب دکھائی دیں۔ لیکن انہیں ازراہ انصاف اس امر واقعی کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ نہ صرف اس وجہ سے کہ جسمانی عقل کی رسائی محض جسمانی عالم تک ہی محدود ہے اور وہ صرف ظاہر پر قطعی ویقینی حکم لگاسکتی ہے۔ اور روحانی عالم وباطنی حقائق کے متعلق قطعی حکم لگانا اس کی پہنچ سے باہر ہے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ

کلام مقدس کی خصوصیت

کلامِ مقدس کے بیانات روحانی امور کے متعلق بمقابلہ دیگر ساری کتابوں کے نرالی طرز اور نوعیت کے ہیں حتیٰ کہ بصورت ظاہر اس کے بعض بیانات باہم متناقص دکھائی دیتے ہیں ۔ لیکن ایسے بیانات کی بخلافِ ظاہر ایسی روحانی اور باطنی تعبیر کو قبول کریں۔ جو خود کلام مقدس کی عبارات سے منکشف ہوتی ہے۔ تو ان میں تطبیق کلی دکھائی دیگی۔ مثلاً مکاشفہ ۵،آیت ۵ میں جس شخص کو" یہوداہ کے قبیلے کا ببر "کہا گیا ہے اسی اس سے اگلی (یعنی چھٹی آیت میں " ذبح کیا ہوا برہ قرار دیا گیاہے۔ پس بصورت ظاہر ان دونو بیانوں کا مقابلہ کریں تو آپس میں متنافی ٹھہرینگے کیونکہ " ذبح کئے ہوئے برہ" کو " شیر ببر " کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ کہاں ایک ہیبت ناک اور خونخوار درندہ اور کہاں بیچارہ برہ اور وہ بھی ذبح کیا ہوا ؟ اور اسی طرح پر جس مسیح بادشاہ کو کلام مقدس میں " خدائےقادر ابدیت کا باپ اور سلامتی کا شہزادہ "کہا گیاہے۔ اور جس کی بابت لکھاہے کہ " وہ قوموں کو لوہے کے عصا سے توڑیگا۔ اور کمہار کے برتن کی مانند انہیں چکنا چور کریگا۔ اس کا دہنا ہاتھ اسے مہیب کام دکھائیگا۔ اور اس کے تیز تیر دشمنوں کے دل کو چھیدینگے ۔ اور کہ اس کی

بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔(یسعیاہ ۹،آیت ۶ تا ۷، زبور ۲،آیت ۹ ۔ زبور ۴۵،آیت ۳ تا ۵،لوقا ۱،آیت ۳۲تا۳۳)۔

ایسے جلالی بادشاہ کو جسمانی عقل کےرو سے اور دینوی حکمت کی بنا پر ایسے شخص سے کوئی مناسبت نہیں ہوسکتی " جس کی کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اس کے مشتاق ہوں۔ وہ آدمیوں میں ذلیل وحقیر ۔ مرد غمناک اور رنج کا آشنا تھا۔ جس کے لئے سر دھرنے کو بھی دنیا بھر میں جگہ نہ تھی۔ اور جسے نہایت ذلت کے ساتھ ٹھٹھوں میں اڑایا گیا۔ اور انتہا درجہ کی بیکسی کی حالت میں کوڑے لگا کر دو ڈاکوؤں ک درمیان صلیب پر لٹکایا گیا۔(یسعیاہ ۵۳،آیت ۲ تا ۳)۔لوقا ۹،آیت ۵۸، متی ۲۷،آیت ۲۷ تا ۳۰و ۳۵و ۴۴۔ یوحنا ۱۹،آیت ۱ تا ۳)۔

جس کے پیرو عام لوگ تھے اور سرداروں یا فریسیوں میں سے کوئی اس پر ایمان نہ لایا(یوحنا ۷،آیت ۴۸تا ۴۹)۔ اور اس کے رسولوں کی چھوٹی سے جماعت میں بھی خاص لوگ غریب اور ان پڑھ مچھوے تھے۔ (متی ۴،آیت ۱۸ تا ۲۲)۔ان میں ایک محصول لینے والا بھی تھا۔(متی ۹،آیت ۹) انہی بارہ میں سے ایک نے اسے پکڑوا بھی دیا (متی ۲۶،آیت ۴۷تا ۵۰)۔اس کو مصیبت میں گرفتار دیکھ کر وہ سارے شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے ۔(متی ۲۶،آیت ۵۶)۔ پطرس رسول جس نے بڑی دلیری اور ایمان کی پختگی کےساتھ اس کے زندہ خدا کا بیٹا ہونے کااقرار کیا تھا۔(متی ۱۶،آیت ۱۶)۔ اور جس کو آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں دی گئی تھیں (متی ۱۶،آیت ۱۹)۔ اور جس نے موت تک وفاداری کا عہد کیا تھا۔ اس نے تین دفعہ اس کا انکار کیا۔ (متی ۲۶،آیت ۶۹تا ۷۲)۔ پس ظاہری صورت میں " مسیح بادشاہ موعود " کو " یسوع مسیح " کےساتھ کوئی مناسبت نہیں ۔ لیکن اگر کلامِ مقدس کی ان عبارات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے کہ

"آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بودیا۔" (متی ۱۳،آیت ۳۱)۔

" ایک چھپے ہوئے خزانے کی مانند ہے۔"(متی ۱۳،آیت ۴۴)۔

"خدا کی بادشاہت ظاہر طور پر نہ آئیگی" (لوقا ۱۷،آیت ۲۰)۔

" میری بادشاہت دنیا کی نہیں ۔ اگر میری بادشاہت دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے ۔"(یوحنا ۱۸،آیت ۳۶)۔

مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی انہیں کی ہے۔ جب میرے سبب سے لوگ تمہیں ستائے لعن طعن کرینگے اور ستائینگے ۔ اور ہر طرح کی بری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہینگے تو تم مبارک ہوگے۔ خوشی اور شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تمہارا بڑا اجر ہے ۔اس لئے کہ لوگوں نے نبیوں کو جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا۔" (متی ۵،آیت ۱۰ تا ۱۲)۔

" تم دنیا میں مصیبت اٹھاتے ہو لیکن خاطر جمع رکھو۔ میں دنیا پرغالب آیا ہوں۔" (یوحنا ۱۶،آیت ۳۳)۔

"ہم تیری خاطر دن بھر جانے سے مارے جاتے ہیں۔ ہم تو ذبح ہونے والی بھیڑوں کے برابر گنے گئے۔مگر ان سب حالتوں میں اس کے وسیلے سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔" (رومی ۸،آیت ۳۶تا ۳۷)۔

" انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کردیا۔ اور یہاں تک فرمانبردار رہا۔ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی ۔ اسی واسطے خدا نے بھی اسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے۔"(خطِ فلپیوں ۲،آیت ۸تا ۹)

" اس نے حکومتوں اور اختیاروں کو اپنے اوپر سے اتار کر ان کا برملا تماشا بنایا اور صلیب کے سبب سےان پر فتحیابی کا شادیانہ بجایا۔" (خطِ کلیسیوں ۲،آیت ۱۵)۔

"یسوع کو کہ موت کا دکھ سہنے کے سبب جلال اور عزت کا تاج اسے پہنایا گیا۔"(خطِ عبرانیوں ۲،آیت ۹)۔

" جس نے اس خوشی کے لئے جواس کی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پروا نہ کرکے صلیب کا دکھ سہا اور خدا کے تخت کی دہنی طرف جا بیٹھا۔"(عبرانیوں ۱۲،آیت ۲)۔

" ذبح کیا ہوا برہ ہی قدرت اور دولت اور حکمت اور طاقت اور عزت اور تمجید اور حمد کے لائق ہے۔" (مکاشفہ ۵،آیت ۱۲)۔

" میری قدرت کمزوری میں پوری ہوتی ہے۔" (۲ کرنتھیوں ۱۲،آیت ۹)۔

" خدا کی بادشاہت باتوں پر نہیں بلکہ قدرت پر موقوف ہے۔"(۱ کرنتھیوں ۴،آیت ۲۰)

" میں آدمیوں سے عزت نہیں چاہتا۔"(یوحنا ۵،آیت ۴۱)۔

" آدمی ظاہر کو دیکھتا ہے ۔ پر خداوند دل پر نظر کرتا ہے۔"(۱ سیموئیل ۱۶،آیت ۷)۔

" جو چیزیں آدمیوں کی نظر میں عالی قدر ہے وہ خدا کے نزدیک مکروہ ہے ۔" (لوقا ۱۶،آیت ۱۵)۔

" تم جسم کے مطابق فیصلہ کرتے ہو۔"(یوحنا ۸،آیت ۱۵)۔

"ظاہر کے موافق فیصلہ نہ کرو بلکہ انصاف سے فیصلہ کرو۔"(یوحنا ۷،آیت ۲۴)۔

" تاکہ تم انکے جواب دے سکو جو ظاہر پر فخر کرتے ہیں اور باطن پر نہیں۔"(۲ کرنتھی ۵،آیت ۱۲)۔

"زندہ کرنے والی توروح ہے۔ جسم سے کچھ فائدہ نہیں ۔"(یوحنا ۶،آیت ۶۳)۔

" کیونکہ لفظ مارڈالتے ہیں۔مگر روح زندہ کرتی ہے۔"(۲ کرنتھی ۳،آیت ۶)۔

" جو جسمانی ہیں وہ جسمانی باتوں کے خیال میں رہتے ہیں اور جو روحانی ہیں وہ روحانی باتوں کے خیال میں رہتے ہیں۔"(خطِ رومیوں ۸،آیت ۶)۔

" خدا نے دنیا کے کمینوں اور حقیروں بلکہ بے وجودوں کو چن لیا کہ موجودوں کو نصیحت کرے تاکہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے (۱ کرنتھیوں ۱،آیت ۲۸ تا ۲۹)۔

" تاکہ تمہارا ایمان انسانوں کی حکمت پر نہیں بلکہ خدا کی قدرت پر موقوف ہو۔"(۱ کرنتھیوں ۲،آیت ۵)۔

" تم تو ان چیزوں پر نظر کرتے ہو جو آنکھوں کے سامنے ہیں ۔"(۲ کرنتھیوں ۱۰،آیت ۷)۔

" گو ہماری ظاہری انسانیت زائل ہوتی جاتی ہے پھر بھی ہماری باطنی انسانیت روز بروز نئی ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ ہماری دم بھر کی ہلکی سی مصیبت ہمارے لئے ازحد بھاری اور ابدی جلال پیدا کرتی جاتی ہے۔ جس حال میں کہ ہم دیکھی ہوئی چیزوں پر نہیں بلکہ ان دیکھی چیزوں پر نظر کرتے ہیں۔"(۲ کرنتھیوں ۴،آیت ۱۶ تا ۱۸)۔

" نہ دنیا سے محبت رکھو نہ ان چیزوں سے جو دنیا میں ہیں۔ جو کوئی دنیا سے محبت رکھتا ہے اس میں باپ کی محبت نہیں ۔ کیونکہ جو کچھ دنیا میں ہے یعنی جسم کی خواہش اور آنکھوں کی خواہش اور زندگی کی شیخی وہ باپ کی طرف سے نہیں بلکہ دنیا کی طرف سے ہے۔ دنیا اور اس کی خواہش دونوں مٹتی جاتی ہیں لیکن جو خدا کی مرضی پر چلتا ہے وہ ابد تک قائم رہیگا۔"(۱ ۔ یوحنا ۲،آیت ۱۵ تا ۱۷)۔

" اگر تم دنیا کے ہوتے تو دنیا اپنوں کو عزیز رکھتی۔ لیکن چونکہ تم دنیا کے نہیں ۔ بلکہ میں نے تم کو چن لیا ہے اس واسطے دنیا تم سے عداوت رکھتی ہے۔" (۱ ۔یوحنا ۱۵،آیت ۱۹)۔

"عالم بالا کی چیزوں کے خیال میں رہو۔ نہ زمین پر کی چیزوں کے۔"(خطِ کلسیوں ۳،آیت ۲)۔

" روح کے موافق چلو تو جسم کی خواہش کو ہرگز پورا نہ کروگے ۔ کیونکہ جسم روح کے خلاف کوشش کرتا ہے اور روح جسم کے خلاف۔"(گلتیوں ۵،آیت ۱۶ تا ۱۷)۔

" اگر کوئی خدا کے خیال سے بے انصافی کے باعث دکھ اٹھا کر تکلیفوں کی برداشت کرتے تو پسندیدہ ہے اس لئے کہ اگر تم نے گناہ کرکے مکے کھائے اور صبر کیا تو کونسا فخر ہے؟ ہاں اگر نیکی کرکے دکھ پاتے اور صبر کرتے تو یہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔
(۱ پطرس ۲،آیت ۱۹ تا ۲۰)۔

" جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائیگا وہ چھوٹا کیا جائیگا۔ اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائیگا وہ بڑا کیاجائے گا۔"(متی ۲۳،آیت ۱۲)۔

" ننانوے راستبازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان پر زیادہ خوشی ہو گی۔" (لوقا ۱۵ ،آیت ۷)۔

" جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اس سے بھی نہایت زیادہ ہوا ۔"(رومیوں ۵ ،آیت ۲۰)۔

" خداوند یہوداہ فرماتاہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم ہے کہ شریر کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے اورزندہ رہے۔"(حزقیل ۳۳،آیت ۱۱)۔

" حکیم تندرستوں کو درکار نہیں بلکہ بیماروں کو میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بلانے آیا ہوں۔"(مرقس ۲،آیت ۱۷)۔

"خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ میں کسی آدمی کو نجس یا ناپاک نہ کہوں۔"(اعمال ۱۰ ،آیت ۲۸)۔

"محصول لینے والے اور کسبیاں تم سے پہلے خداوند کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں۔" (متی ۲۱،آیت ۳۱)۔

الغرض اگرمذکورہ بالا عبارات کوملحوظ رکھا جائے توآنخداوند کی بے لوث زمینی زندگی کے متعلق کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ سکتا ۔ اوران بیانات کی روسے نہ صرف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع ہی وہ " مسیح بادشاہ موعود " ہے جس کی روحانی بادشاہی کا کبھی آخر نہ ہوگا۔ بلکہ یہ بھی مبرہن ہوتا ہے کہ آنخداوند کے سوا اور کوئی شخص ان پیش خبریوں کے مفہوم کا حقیقی مصداق ٹھہر نہیں سکتا۔

جسمانی عقل کے مطالبات

پس روحانی حقیقتوں کے سمجھنے کے لئے محض جسمانی عقل پر تکیہ کرنا کسی طرح بھی درست نہ ہوگا ۔ اور جبکہ مرزائی صاحبان بھی اس امر واقعی کاانکار نہیں کرسکتے کہ انبیاء اور مقدسین عموماً ظاہری طور پر پستی اور ذلت کی حالت میں رہے ۔ ٹھٹھوں میں اڑائے گئے۔ اور بعض بحالت بیچارگی وبیکسی شہید بھی ہوئے تو ایسے لوگوں کو وہ کونسی جسمانی عقل کی بنا پر ذی مرتبت اور کامیاب انسان قرار دے سکتے ہیں؟ کیا جسمانی عقل کی رو سے وہی شخص عالی مرتبہ ثابت نہ ہوگا؟ جو کہ

۱ ۔دینوی علوم وفنون میں یکتا ہو۔

۲۔ جسمانی شکل وصورت اور ڈیل ڈول کے لحاظ سے نہایت وجیہہ ہو۔

۳۔ پرلے درجہ کا بہادر۔ زبردست پہلوان اور بڑان جنگجو شخص ہو۔

۴۔ کل روئے زمین کے باشندوں کو مغلوب کرکے اکیلاان پر مسلط وحکمران ہو۔

۵۔ ظاہری تہذیب کے لحاظ سے وہ ایسا بے عیب ہو کہ کوئی شخص کسی طرح بھی عیب ونقص اس کی طرف منسوب نہ کرسکے ۔ اور اس کی قدرت وشوکت۔ جاہ وجلال کا ہر کس وناکس پر ایسا رعب طاری ہو کہ کسی شخص کو اس کی تحقیر یا کسی کی کسرِ شان کی مجال نہ ہو۔

۶ ۔ اس کی پرہیزگاری کی نمائش کا یہ عالم ہو کہ وہ ہر ایک گنہگار کی شکل وصورت سے بیزار دکھائی دے ۔ اور ہر گنہگار کے سایہ تک سے نفرت کرے ۔ بلکہ اس کا ذکر کرنے

یا سننے تک کا روادار نہ ہو کسی گنہگار کو کبھی اور کسی صورت میں بھی اس تک پہنچنے اور اس سے دوچار ہونے کی جرات ہوسکے۔

ے۔ اس کے کل نسب نامہ سے ہر ایک انسان 1* پورے طور پر واقف ہو اور اس کے بزرگوں سے ہر ایک مرد اور عورت کی زندگی کے سب چھوٹے بڑے واقعات وحالات سے آگاہ ہو۔ اور باایہنمہ ان میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کا کوئی عیب ونقص نہ پایا جائے۔ تاکہ قادیانی منطق کے مطابق اس کا خاندان نہایت پاک اور مطہر" ثابت ہوسکے جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا اور ورنہ " جدی مناسبت درمیان" ہونے کا احتمال باقی رہیگا اور نبوت وعصمت اور قادیانی پرہیزگاری کا یقین باطل ٹھہریگا۔

مرزائی صاحبان کی بے انصافی

پس اگر مرزائی صاحبان کے نزدیک مذکورہ بالا علامات سے ہی کسی نبی یا مقدس کی صداقت اور پرہیزگاری کی جانچ ہوسکتی ہو تو یہ ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ ان علامتوں کے روسے بیشک بائبل مقدس کے مقدسین وانبیاء مویئد ومامور من اللہ ثابت نہیں ہوسکتے۔ مگر ہم ساتھ ہی یہ بھی عرض کردینے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ان علامات کے روسے مرزائی صاحبان بھی اپنے کسی مسلمہ نبی یا رسول کی صداقت وپرہیزگاری ثابت کرنے سے تا ابد عہد برآنہیں ہوسکتے لیکن اگر مرزائی صاحبان امر واقعی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان علامات کو غلط قرار دیں تو ہم ان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ پھر کیوں آپ لوگ کلمتہ اللہ کی مخالفت میں ایسے غیر

1* کیونکہ مرزائی مسلمات کے مطابق نبی کی صداقت وعصمت پر یقین لانا ہر ایک انسان پر فرض ہے۔ منہ

منصفانہ اعتراضات پیش کرتے ہیں کہ اسے ٹھٹھوں میں اڑایا گیا۔ دار پر کھینچا گیا وغیرہ ذالک؟ اور کیوں مرزا صاحب قادیانی نے آنخداوند کے نسب نامہ کے متعلق تمسخرانہ انداز میں یہ اعتراض پیش کرنے کی جرات کی کہ

" آپ کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ الخ"۔

اور کیوں انہوں نے ایک گنہگار عورت کے نہایت عجزو انکسار کے ساتھ اپنے گناہوں پر پشیمان ہوکر بطور شکستہ دلی کے اظہار کے منجئی گنہگاراں کے پاؤں کو آنسوؤں سے بھگونے اور بطور اظہار عقیدت کے ان پر عطر ڈالنے اور بطور اظہار عجزو نیاز کے اپنے سر کے بالوں سے پونچھنے کے واقعہ پر ہتک آمیز مبالغہ کا رنگ چڑھا کر اس مکروہ صورت میں پیش کیا کہ

کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے بلکہ انہوں نے کلمتہ اللہ کے برخلاف اپنے معاندانہ جذبات کا اظہار اس غلو کے ساتھ کیا کہ اس واقعہ کو وہ جس قدر انتہائی گھنونی صورت میں توڑ مروڑ کر پیش کرسکتے تھے اسی میں پیش کرنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور یہاں تک لکھدیا کہ کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں 1* کو دیکھنا جائز رکھ کر آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دیکر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگادے 2*۔ (انجام آتھم صفحہ ۳۸)۔ پس کلمتہ اللہ کے برخلاف ایسی بے بنیاد افترا پردازی کسی خدا ترس منصف مزاج اور حقیقی پرہیزگار انسان سے یقیناً مستبعد ہے۔

1* مرزا صاحب کی دیانتداری اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ایک طرف تو جس یونانی لفظ کا صحیح ترجمہ "بدچلن عورت" کیا گیا ہے۔ باوجود یونانی زبان سے نابلد محض ہونے کے کبھی اس کا ترجمہ " جوان کنجری " اور

کبھی "بدکار کنجری" کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف دوسروں کی عورتوں کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔اور پھر بغیر کسی واقعہ کا حوالہ دیئے منجی جہان کی عداوت کے جذبات کے زیر اثر اس بے بصری سے کام لیتے ہیں کہ آنخداوند کے ان الفاظ کو بالکل نظر انداز کردیتے ہیں کہ " میں تم سے یہ کہتاہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کرچکا پس اگر تیری دہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے ۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے ۔"(متی ۵،آیت ۲۸ تا ۲۹)۔ کیا دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھنے کے خیال کا اظہار ایسے ہی الفاظ میں کیاجاتا ہے۔

2* مرزا صاحب قادیانی نے "بدن سے بدن لگانے " کا قابل نفرین محاورہ آنخداوند کے متعلق دیدہ دانستہ استعمال کرکے اپنے مخالفانہ جذبات کے اظہار کو حد کمال تک پہنچادیا جس سے کسی گھنونی طبعیت کے مخالف مسیح کو آنخداوند کے بارہ میں گندے سے گندے نتائج اخذ کرنے کا بھی موقع مل جائے اور اگر کوئی یہ پوچھ لے کر" بدن سے بدن لگانیکا موقعہ" دینے کا کہاں ذکر ہے تو یہ جواب بھی دیا جاسکے کہ چونکہ سر کے بال اور پاؤں بھی بدن کا حصہ ہوتے ہیں اس لئے اگر ہم نے بطور دلالت تضمنی کے بدن کے حصوں پر بدن کے لفظ کا اطلاق کردیا تو کونسا غضب ہوگیا۔

کیا کسی نبی یا پرہیز گار انسان کے لئے ضرور ہے کہ اس کے آباؤ اجداد میں کبھی کوئی گنہگار نہ ہو گذرا ہو؟

اب ہم مرزائی صاحبان سے یہ پوچھتے ہیں کہ کہ اگر خداوند مسیح کے نسب نامہ میں گنہگار عورتوں کا وجود آنخداوند کی نیکی اور پرہیز گاری کے منافی ہے تو آپ لوگ جو ہر ایک نبی کو معصوم عن الخطا مانتے ہیں کیا مرزا صاحب کے اس استدلال کے مطابق ہر ایک نبی کے متعلق یہ ثبوت بہم پہنچاسکینگے کہ آپ کے مسلمہ انبیاء میں سے کسی بھی نبی کے آباؤ اجداد میں کبھی کوئی شخص گنہگار نہیں گذرا؟ تاکہ اس نرالی مرزائی منطق کے مطابق اس پہلو سے ہر ایک نبی کی عصمت پایہ ثبوت کو پہنچ سکے اور کیا ہر ایک نبی کی تصدیق سے پہلے یہ یقین حاصل کرلینا ضروری امر ہے کہ اس کی کل دادیوں اور نانیوں بلکہ دادوں اور نانوں کی زندگی کے حالات واقعات سے بکلی واقفیت حاصل کرکے یقینی طور پر یہ معلوم کرے کہ ان میں سے کسی کے بزرگوں میں سے کبھی کوئی فرد گنہگار نہیں ہو گذرا ؟ اور پھر جس شخص کا یقینی طور پر نسب نامہ ہی معلوم نہ ہو اس کو نبی کیونکر یقین کیا جاسکیگا ؟ پس جبکہ مرزائی صاحبان کسی نبی کے بارے میں تا ابد ایسا ثبوت بہم پہنچا نہیں سکتے تو پھر آنخداوند کی پرہیز گاری کے برخلاف ایسے غیر معقول اور بھونڈے خیال کی بنا پر اعتراض کرنا کیونکر حق بجانب ٹھہر سکتا ہے؟

خدا کی بادشاہت میں جسمانی نسب ناموں کو دخل نہیں

کلامِ مقدس کی رو سے تو خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے ساتھ جسمانی نسب ناموں کا کوئی تعلق ہی نہیں ۔ اس کے ثبوت میں ہم چند آیات بنظر اختصار پیش کرتے ہیں" جو جسم سے پیدا ہوا ہے جسم ہے اور جو روح سے پیدا ہوا ہے روح ہے۔"(یوحنا ۳،آیت ۶)۔

" گوشت اور خون خدا کی بادشاہت کے وارث نہیں ہوسکتے اور نہ فنا بقا کی وارث ہوسکتی ہے۔"(۱ کرنتھیوں ۱۵،آیت ۵۰)۔

" جسمانی فرزند خدا کے فرزند نہیں بلکہ وعدہ کے فرزند سے نسل گنے جاتے ہیں "(رومیوں ۴،آیت ۸)۔

"جتنوں نے اسے قبول کیا اس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی انہیں جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے ۔"(یوحنا ۱ ۔آیت ۱۲ تا ۱۳)۔

"جتنے خدا کے روح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں۔"(رومیوں ۸،آیت ۱۵)۔

"کیونکہ تم فانی تخم سے نہیں بلکہ غیر فانی سے خدا کے کلام کے وسیلے جو زندہ اور قائم ہے نئے سرے سے پیدا ہوئے ہو۔" (۱۔ پطرس ۱، آیت ۲۳)۔

" جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا (یوحنا ۳، آیت ۳)۔

" وہ یہودی نہیں جو ظاہر کا ہے-------- بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن کا ہے۔(متی ۲، آیت ۲۸ تا ۲۹)۔

" اگر تم مسیح کے ہو تو ابراہیم کی نسل اور وعدے کے مطابق وارث ہو۔" (گلتیوں ۳، آیت ۲۹)۔

" ان کہانیوں اور بے انتہا نسب ناموں پر لحاظ نہ کریں جو تکرار کا باعث ہوتے ہیں۔ اور اس انتظام الہیٰ کے موافق نہیں جو ایمان پر مبنی ہے۔" (۱ تمتھیس ۱۔آیت ۴)۔

"بیوقوفی کی حجتوں اور نسب ناموں سے-------- پرہیز کرو اس لئے کہ یہ لاحاصل اور بے فائدہ ہیں۔" (طیطس ۲، آیت ۹)۔

لیکن اگر مرزائی صاحبان نسب نامہ کے متعلق اعتراض کرنا چاہیں تو ہم ان سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ پہلے اپنے کسی مسلمہ نبی [1*] کا صحیح اور کامل نسب نامہ پیش کرکے اس کے آباؤ اجداد کی عصمت ثابت کر دکھاؤ۔ تب آنخداوند کے نسب نامہ پر حرفگیری کی جرات کرو۔

[1*] شاید کوئی مرزائی صاحب یہ کہدیں کہ جس نبی کا نسب نامہ معلوم ہو اس کے آباواجداد میں سے جن افراد کے حالات کا ہمیں پتہ نہیں اور جن کے گناہ سے ہم واقف نہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ جسمانی عقل کے رو سے بدی معیوب نہیں بلکہ بدنامی بری ہے مگر اس لچ تاویل سے انکی بیگناہی کا یقین حاصل ہوسکتا ہے۔

جسمانی زناکاری سے روحانی زناکاری بدتر فعل ہے

مرزائی صاحبان نے غالباً اس امر پر کبھی غور نہیں کیا کہ جسمانی زناکاری کی بہ نسبت روحانی زناکاری یعنی شرک اور بت پرستی کہیں زیادہ مکروہ اور خدا کے حضور قابل نفرت فعل ہے۔ کلامِ مقدس میں شرک اور بت پرستی کو روحانی زناکاری سے تعبیر کیا اور خدا تعالیٰ کے حضور نہایت ہی قابل نفرت فعل قرار دیا گیا ہے (یرمیاہ ۳، آیت ۱و۲و۶و۹۔ ۲۰۔آیت ۵تا۷۔ ۱۱۔آیت ۱۷)۔ حزقی ایل ۲۳، آیت ۳و۷و۳وغیرہ)۔ یہ ازروئے عقل بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ جسمانی زناکاری کی بہ نسبت روحانی زناکاری کہیں زیادہ مذموم فعل ہے۔ کیونکہ جسمانی زناکاری میں کوئی عورت یا مرد کسی اجنبی کے ساتھ وہ جسمانی تعلقات قائم کرتا ہے جس کے ساتھ عقد مناکحت باندھا گیا اور اس جوڑے سے جس سے اس نے عہد باندھا ہے بیوفائی کرتا ہے جب تک موت یا طلاق واقع ہو کر اس عہد سے بری نہ ٹھہرے مگر روحانی زناکاری میں ایک انسان اپنے خالق اور حقیقی مالک سے منہ موڑ کر اور اس سے بیوفائی کرکے کسی غیر اللہ سے اپنا رشتہ جوڑتا اور خالق ومالک کے مختص حق کا انکار کرکے عہد الست کو توڑ دیتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ پہلی قسم کی بیوفائی کے مقابل دوسری قسم کی بیوفائی اس قدر بدترین ہے کہ جس سے زیادہ کا امکان ہی نہیں کیا جاتا۔ اور ازروئے اسلام بھی شرک سب سے بُرا اور ناقابل معافی گناہ ہے جیسے کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ:

"یعنی اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک مقرر کیا جائے اور اس کے سوا جس کو چاہے بخش دیتا ہے۔(سورہ نساء آیت ۱۵۱ رکوع ۷)۔

اور حدیث سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ جسمانی زناکاری کے مقابل شرک کا گناہ کہیں زیادہ ہے۔ " ابوذر من مات من امتی لا یشرک بالااللہ شیئاً ردخل الجنتہ وان زنیٰ وان سرق." یعنی بخاری میں ابوذر سے روایت ہے کہ

آنحضرت نے فرمایا کہ جو میری امت میں اس طرح پر مریگا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔"(مشارق الانوار حدیث ۱۷۲)۔ اوراسی مضمون کی صیحین کی ایک متفق علیہ حدیث بھی ہے۔(دیکھو مشارق الانوار حدیث ۱۶۴۵)۔ پس لامحالہ شرک اور بت پرستی جو روحانی زناکاری ہے وہ ازروئے عقل وایمان جسمانی زناکاری سے کہیں زیادہ خدا تعالیٰ کے حضور قابل نفرت بلکہ ناقابل معافی ہے اور جب کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ جیسے عظیم الشان نبی اور ایمانداروں کے باپ کے متعلق مرزائی صاحبان انکار نہیں کرسکتے کہ ان کا باپ مشرک تھا اور دیگر انبیاء کے آباؤ اجداد کا مشرک ہونا ثابت ہے اور باایہنمہ وہ ان کی عصمت اور پرہیزگاری کے قائل ہیں تو پھر وہ کس منہ سے کلمتہ اللہ کے نسب نامہ پر اعتراض کرکے اس کی بدپرہیزی کا دعویٰ کرسکتے ہیں ؟ تلکہ اذاً قھمتہ ضیینری.

اعتراض نہیں بلکہ عامیانہ گالی

مرزاصاحب قادیانی کے آنخداوند کی تین دادیوں اور نانیوں کو زناکار اور کسبی عورتیں قرار دینے کو کسی طرح پر معقول اعتراض نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ یہ صرف مخالفانہ طبعیت کا اظہار اور نری دشنام دہی ہے۔ چنانچہ آپ کی نیت کا فتور اس بات سے ہی ظاہر ہے کہ اگرچہ الہیٰ شریعت کے روسے زناکاری جیسے عورتوں کے لئے معیوب ہے ویسی ہی مردوں کے لئے بھی ہے۔ نیز سلسلہ ء نسب میں مرد بہر حال عورتوں پر مقدم ہونے چاہئیں۔ مگر باایہنمہ آپ نے زناکار مردوں یعنی دادوں اور نانوں کا ذکر چھوڑ کر صرف عورتوں کے برخلاف زبان تشنیع دراز کرنا ہی پسند کیا ہے۔ کیونکہ نفسانی لوگوں کے نزدیک مرد کا گناہ باعث شرم نہیں بلکہ عورت کا گناہ ہی شرمناک سمجھاجاتا ہے۔ پس یہ کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ دراصل مرزا صاحب نے آنخداوند کو ویسی ہی عامیانہ گالی دی ہے جیسے کہ پنجاب کے دیہاتی اور بالخصوص ضلع گورداسپور کے گنوار غصے کی حالت میں اپنے مقابل کو اکثر دادی اور نانی کی گالی دینے کے عادی ہیں۔

مرزاصاحب مخالف مسیح

پھر اس کے بعد " کنجریوں سے میلان اور صحبت " کا ذکر آپ کو اس لئے کرنا ضروری معلوم ہوا کہ آنخداوند کی اہانت کے میدان میں آپ یہودیوں سے بھی گوئے سبقت لے جائیں۔ عام طور پر تین ہی قسم کے عیاش اور بدترین اخلاقی بدکردار مشہور ہیں۔ یعنی شرابخوار، قمار باز اور رنڈی باز، اب خداوند مسیح کی عزت افزائی کے بارہ میں مرزا صاحب قادیانی کی مذہبی غیرت کے زیر اثر مجددانہ کارستانی ملاحظہ ہو۔ کہ آپ نے وجیہاً فی الدنیا والاخرۃ کو ان تینوں شرمناک برائیوں کا مرتکب ٹھہرانے کی غرض سے انجیلی بیانات کو قادیانی الفاظ کا لباس پہنا کر اور حسب ضرورت صریح جھوٹ اور افترا سے بھی دریغ نہ کرکے اپنی طرف سے دینی غیرت کا ثبوت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

" جس نے شرابخواری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز [1] رکھ کر بلکہ آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقع دیکر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگائے۔"(انجام آتھم صفحہ ۳۸)۔

---

[1] یہ قادیانی چالبازی کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے۔ کہ مکروہ تین برائیوں کی فہرست گناہ کر پھر اس کو "جائز رکھ کر" کے گول مول الفاظ سے ڈھانک دیا تاکہ اگر کوئی گرفت کرے تو چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہرطرح کی حیلہ سازی کی راہ نکل سکے۔ منہ

حالانکہ بد باطن یہودیوں کے الزامی الفاظ کے سوا ہماری انجیل مقدس میں کسی ایک جگہ بھی آنخداوند کے شراب پینے کا کوئی واقعہ تو کیا ذکر تک موجود نہیں۔ اور نہ آنخداوند کا کوئی ایسا قول ہی منقول ہے کہ جس میں اس نے دوسروں کے لئے ہی شرابخواری کو جائز رکھا ہو۔ چہ جائیکہ وہ شرابخواری یعنی شراب پینے کی عادت میں خود مبتلا ہو۔ یا دوسروں کے لئے اس نے اس عادت کو جائز رکھا ہو۔ اور اگر مرزا صاحب کے اس بہتان کی بنیاد پانی کو مے بنانے کے معجزانہ واقعہ پر ہو تو

۱۔ کیا مرزائی صاحبان موسوی شریعت سے کوئی ایسا صاف اور صریح حکم دکھا سکتے ہیں جس کے رو سے قانائے گلیل کی شادی کے واقعہ تک شراب کا ہر حالت میں قطعاً ممنوع ہونا ثابت ہوسکے؟ ورنہ بغیر ایسے شرعی حکم کی موجودگی کے کسی بیسویں صدی عیسوی کے اسلامی مجدد کا موسوی شریعت کے پیروؤں پر اعتراض کرنا کہاں کی ایمانداری ہے؟

۲۔ یہ بھی یاد رہے کہ وہ معجزانہ نے کسی کلاری کی بھٹی کی کشید کردہ شراب نہ تھی جسے آنخداوند نے کہیں سے لاکر پیش کردیا۔ بلکہ اس وقت خدا تعالیٰ کی قدرت سے پانی ہی معجزانہ طور پر مے میں مبدل ہوگیا تھا۔ پس یا تو اس واقعہ کی ہی صحت کا انکار کرکے شرابخوار کو جائز رکھنے کا الزام واپس لے لو۔ ورنہ اس معجزانہ مے (شراباً طہورا) کو مرزا صاحب کی مزعومہ قابل اعتراض شراب فرض کرلینے سے خود ذات الٰہیٰ پر یہی ایراد وارد ہوگا۔ جس کے ارادہ وقدرت سے وہ معجزہ ظہور پذیر ہوا اور متعلقہ لوگوں کی حاجت براری کے لئے پانی مبدل بہ مے ہوگیا تھا۔

۳۔ صرف اس ایک معجزانہ واقعہ کی بنا پر کوئی نیک نیت اور منصف مزاج انسان کسی بدترین قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو کر بھی آنخداوند کو شرابخوار یا شراب پینے کی عادت کو جائز رکھنے والا قرار نہیں دے سکتا۔

پھر آنخداوند کے متعلق قمار بازی کا اتہام تو بدطینت یہودیوں کو بھی نہ سوجھا۔ یہ کلمتہ اللہ کی مخالفت اور اہانت کی مساعی میں یہودیوں کو بھی مات کرنے والا مرزا صاحب کا اپنا مجددانہ بلکہ مفتریانہ اضافہ ہے۔ اور شرابخواری اور قمار بازی کا اضافہ بلیغ غالباً آپ کو اس لئے سوجھا ہے کہ آنخداوند کی مفروضہ عیاشی کے قادیانی قصیدہ کی بلاغت کے کمال میں کوئی درجہ باقی نہ رہ جائے۔ اس کے متعلق ہم مرزائی صاحبان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ:

۱۔ کس صورت میں آنخداوند کے قمار بازی کو جائز رکھنے کا مرزا صاحب کو یقین حاصل ہوا؟

۲۔ کب آنخداوند نے خود قمار بازی کی یا دوسروں کو قمار بازی کی تعلیم دی؟

۳۔ کس کس کے ساتھ قمار بازی کی اور اس میں کس قدر جیتا یا کیا کچھ ہرادیا؟

اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھنے کا اعتراض صرف اسی صورت میں کس قدر قابل تسلیم ہوسکتا ہے جبکہ یہ ثابت ہوجائے کہ اس وقت موسوی شریعت کے مطابق تو دوسروں کی عورتوں کی شکل دیکھنا بھی قطعاً حرام تھا مگر آنخداوند نے اس کو جائز رکھا۔ ورنہ کسی عورت پر " بُری خواہش سے نگاہ کرنے " کے برخلاف آنخداوند کے صاف اور صریح حکم سے کسی طرح بھی مرزا صاحب چشم پوشی نہ کرسکتے تھے۔ لیکن درحالیکہ موسوی شریعت میں عورتوں کو چار دیواری کے اندر بند رکھنے اور کسی اشد ضرورت سے باہر نکالتے وقت برقعہ کے ساتھ از سر تا پا ڈھانپ دینے کے احکام کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا۔ اور نہ ان دنوں فلسطین میں عورتوں کو چار دیواری میں بند رکھنے یا برقعہ اڑھانے کا رواج ہی تھا۔ اور ازیں جہت بغیر اندھے یا کسی ایسے شخص کے جو کسی عورت کو دیکھنے سے پہلے ہی اپنی آنکھیں موندھ لینے کی مشق نہ کرلے اور کسی شخص کے لئے دوسروں کی عورتوں کی شکل دیکھنے سے بچے رہنا ممکن ہی نہ تھا۔ تو مرزا صاحب کا کسی معمولی واقعہ کو کھلے طور پر دیکھنا جائز رکھ کر" کے کائدانہ الفاظ میں چھپا کر آنخداوند کے

برخلاف خواہ مخواہ کے بیہودہ اعتراضات گھڑلینا عقل وایمان کے رو سے کیونکہ جائز ہوسکتا ہے؟ پس یہ امر واقعی قبول کرنا پڑیگا کہ درحقیقت مرزا صاحب اپنی دینی غیرت کے جوش میں عقل وایمان سے دیدہ دانستہ آنکھیں پھیر کر ہر ممکن صورت میں انجیل مقدس کے الفاظ کو بگاڑ کر شرابخواری اور قمار بازی کے ساتھ تیسری اور آخری شرمناک برائی بھی آنخداوند کے سر تھوپنے پر تلے ہوئے تھے تاکہ مسیح کی عزت افزائی کے باب میں کوئی ارمان آپ کے دل میں باقی نہ رہ جائے۔ اور آپ کا یہ بیان بھی اسی کوشش میں تمہیدی قدم ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر یہ لکھ مارا کہ:

"آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر"۔

اور اگرچہ اس مہم میں آپ کو موزون الفاظ گھڑنے میں بڑی دقت کا سامنا تھا۔ گو آفرین! آپ کی مردانہ ہمت!! اور مفتریانہ عقل پر!! کہ آپ نے کسی طرح جوڑ توڑ لگا کر ایسے الفاظ گھڑ ہی لئے جن سے آپ کا مطلب بھی برآئے اور انہیں انجیل مقدس کے بیان سے منسوب بھی کرسکیں۔ چنانچہ انجیلی بیان میں آپ کو بدچلن عورت کا لفظ شائد اس لئے پسند نہ آیا کہ اس سے آنخداوند پر صرف زناکاری کا الزام اتہام لگ سکتا تھا۔ اگر آپ شرابخواری اور قمار بازی کے لازمہ کے طور پر اس کو تیسری خاص شرمناک برائی سے متہم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپ نے بیک جنبش قلم " بدچلن عورت" کو کنجری بنا ڈالا۔ کیونکہ آپ کو اس کا معمولی بازاری عورت یا کسبی ہونا نہیں بلکہ خاندانی طور پر کنجری ہونا ہی مطلوب تھا۔ پھر اس خیال سے کہ مبادا! لوگ پنجاب کی بعض کنجریوں کی مثال دیکر یہ نہ کہدیں کہ شائد وہ صرف گانے کا کام کرتی ہوگی۔ آپ نے اس پر لفظ "بدکار" کا اضافہ کردیا۔ اور صرف اسی قدر تشریح کو کافی نہ سمجھ کر کسی اور مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسری جگہ اس بدکار کنجری کو " جوان" بنا دکھایا۔ اور چونکہ پاؤں پر عطر ڈالنے کے الفاظ آپ کی مطلب برآری کے لئے موزوں نہ تھے اس لئے آپ نے " پاؤں" کے لفظ کو" سر" میں تبدیل کردیا۔ اور سر پر عطر ڈلوانا بے معنی ٹھہرانے کے اندیشہ سے آپ نے عطر کو تیل میں بدل ڈالا۔ اور الہامی نگاہ سے انیس صدی بعد قادیان میں بیٹھے بٹھائے اس " بدکار جوان کنجری "کے پرائیوٹ بہی کھاتہ کی جانچ پڑتال کرکے آپ نے یہ یقین بھی حاصل کرلیا کہ وہ تیل ضرور حرام کی کمائی کا ہی تھا۔ اور پھر یہ واقعہ بھی کسی فریسی کے گھر کا نہ تھا جیسا کہ انجیل مقدس کا بیان ہے۔(لوقا ۷، آیت ۳۶ تا ۵۰) بلکہ مرزا صاحب نے کشفی حالت میں۔

" حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا۔

دیکھ لیا۔ اور معاملہ یوں ٹھہرا کہ آنخداوند نے اس بدکار جوان کنجری کے گھر جا کر" آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر حرام کی کمائی کا تیل" ڈلوایا۔ پھر اتنے پر بس نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے دل میں اس سے کہیں زیادہ آنخداوند کی عزت افزائی کا خیال موجزن تھا۔ مگر آپ جو کچھ اس سے زیادہ کہنا چاہتے تھے اس کو کھلے الفاظ میں پیش کردینے سے آپ کو کوئی خاص مصلحت مانع ہوئی۔ اس لئے اپنے غیر معمولی ذہن رسا سے کام لے کر صرف تھوڑی سی لفظی تبدیلی کے ساتھ بطور کہنا یہ کہ اپنا مافی الضمیر پیش کردینے ہی پر اکتفا کیا اور سر کے بالوں سے پاؤں پونچھنے کے بیان کو" بدن سے بدن" لگانے کا موقعہ دینے کا لباس پہنا کر باقی جو کچھ آپ کہنا چاہتے تھے اس کے متعلق اپنے ہمسایوں کو ایک دوسرے مقام پر بدیں الفاظ خبردار کردیا۔

" سمجھنے والے سمجھ لیں۔ کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے؟ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)۔

پس اس سارے بیان کو بغور پڑھ چکنے کے بعد کوئی نکتہ سنج انسان یہ کہنے کی ہر گز جرات نہیں کرسکتا کہ آنخداوند کو تینوں شرمناک برائیوں سے دامن آلود ٹھہرانے میں

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے کوئی کسر باقی رکھی۔ یا آپ نے مخالف مسیح کے فرائض کی انجام دہی میں کس طرح کوتاہی کی۔

اس واقعہ پر اعتراض کنندہ مرزا صاحب کے نزدیک خبیث اور شیطان کا ہمجنس ہے

طرفہ یہ کہ بمصداق " دروغگو را حافظہ نباشد "جس واقعہ کی بنا پر مرزا صاحب قادیانی نے ایسے مکروہ اور قابل نفرین الفاظ میں آنخداوند کی اہانت کی ہے اسی واقعہ کے معترض کو آپ بقلم خود" خبیث" اور "شیطان" کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر " لکھ چکے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

"یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال وافعال انبیاء میں سے ظہور میں آتے رہے کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام ہے جیسا کہ ---- حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا---- پھر اگر کوئی تکبر اور خود ستائی کی راہ سے اس بنا پر---- حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا------ تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۷۸ وصفحہ ۴۷۹)۔

آنخداوند کی توہین کا سبب مرزا صاحب کی خاص نظرِ عنایت

اگرچہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دینی غیرت کے جوش میں غیر معمولی گرمی دکھا کر آنخداوند کو ان ساری مکروہ ترین بد کرداریوں کا مرتکب ٹھہرانے کی کوشش کی جو آپ کے ذہن میں آسکتی تھیں۔ اور اس گندی مدح سرائی میں آپ نے یہاں تک دریادلی سے کام لیا کہ کوئی بدی اور شرارت بھی جس کا کوئی بد ترین اخلاقی گنہگار مرتکب ہوسکتا ہے وہی آپ نے آنخداوند پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ مگر آپ کی یہ نظر عنایت صرف آنخداوند کے حال ہی مخصوص تھی۔ ورنہ دیگر مذہبی لیڈروں کے متعلق خواوہ ہندوؤں، پارسیوں اور چینیوں کے ہی کیوں نہ ہوں آپ کسی دوسرے "نیک اصول" کے پابند تھے۔ جیسا کہ آپ کے ذیل کے بیانات سے ظاہر ہے۔

" یہ اصول نہایت صحیح اور نہایت مبارک ----ہے کہ ہم ایسے تمام نبیوں کو سچے نبی قرار دیں جن کا مذہب جڑ پکڑ گیا اور عمر پا گیا اور کروڑہا لوگ اس مذہب میں آگئے ۔ یہ اصول نہایت نیک اصول ہے---- یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ کسی مذہب کے پابندوں کو ایک ایسے شخص کا پیرو خیال کرتے ہیں جو ان کی دانست میں دراصل کاذب اور مفتری ہے تو وہ اس خیال سے بہت سے فتنوں کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ اور وہ ضرور توہین کے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور اس نبی کی شان میں نہایت گستاخی کے الفاظ بولتے ہیں۔ اور اپنے کلمات کو گالیوں کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ اور صلحکاری اور عامہ علائق کے امن میں فتور ڈالتے ہیں۔ حالانکہ یہ خیال ان کا بالکل غلط ہوتا ہے اور وہ اپنے گستاخانہ اقوال میں خدا کی نظر میں ظالم ہوتے ہیں----- پس یہ اصول نہایت پیار اور امن بخش اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں۔ جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں۔ اور کہ خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھادی اور ان کے مذاہب کی جڑ قائم کردی۔ اور کئی صدیوں سے وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جس کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ----- پس ایسے عقیدہ والے لوگ جو قوموں کے نبیوں کو کاذب قرار دیکر برا کہتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ صلحکاری اور امن کے دشمن ہوتے ہیں ۔ کیونکہ قوموں کے

بزرگوں کو گالیاں نکالنا اس سے بڑھ کر فتنہ انگیز اور کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔اگر ہمیں کسی مذہب کی تعلیم پر اعتراض ہو تو ہمیں نہیں چاہیے کہ اس مذہب کے نبی کی عزت پر حملہ کریں اور نہ یہ کہ اس کو بُرے الفاظ سے یاد کریں۔ بلکہ چاہیے کہ صرف اس قوم کے موجودہ دستور العمل پر اعتراض کریں اور یقین رکھیں کہ وہ نبی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کروڑہا انسان میں عزت پا گیا اور صدہا برسوں سے اس کی قبولیت چلی آتی ہے۔ یہی پختہ دلیل اس کے منجانب اللہ ہونے کی ہے اگر وہ خدا کا مقبول نہ ہوتا تو اس قدر عزت پاتا۔۔۔۔۔ سو جو مذہب دنیا میں پھیل جائے اور جم جائے اور عزت اور عمر پاجائے وہ اپنی اصلیت کے رو سے ہرگز جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ پس اگر وہ تعلیم قابل اعتراض ہے تو اس کا سبب یا تو یہ ہوگا کہ اس نبی کی ہدائتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ اور یا یہ سبب ہوگا کہ ان ہدائتوں کی تفسیر کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اور یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود ہم اعتراض کرنے میں حق پر نہ ہوں۔" (تحفہ قیصریہ صفحہ ۶و۷)۔

" اسی لئے سچے کی اول علامت یہی ہے کہ خدا کی دائمی تائیدوں کا سلسلہ اس کے شامل حال ہو۔ اور خدا اس مذہب کے پودہ کو کروڑہا دلوں میں لگادیوے اور عمر بخشے۔ پس جس نبی کے مذہب میں ہم یہ علامتیں پاویں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی موت اور انصاف کے دن کو یاد کرکے ایسے بزرگ پیشوا کی اہانت نہ کریں بلکہ سچی تعظیم اور سچی محبت کریں۔(ایضاً صفحہ ۸)۔

مرزا صاحب کی تمام تصنیفات میں مسیح کی مخالفت

فی الحقیقت جب سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دعویٰ مسیحیت کا کھلے الفاظ میں اعلان کیا اس کے بعد آپ نے کسی تصنیف میں (تحفہ قیصریہ کے سوا جس میں آپ نے کسی مصلحت سے اپنے عام طرز تحریر کے برخلاف آنخداوند کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا) کبھی بھولے سے بھی آنخداوند کو کلمہ خیر کے ساتھ یاد نہیں کیا۔ بلکہ جہاں تک حالات نے اجازت دی آپ نے خوب دل کھول کر اس کی توہین کی۔ اور اگر عامہ مسلمین کے جوش غیرت کے بھڑک اٹھنے کا خوف دامنگیر نہ ہوتا تو آپ ضرور اس میدان میں اور بھی کھلے کھیلتے۔مگر بامر مجبوری جو کچھ آپ دلی جذبات سے ناچار ہو کر لکھ چکے اس کی پردہ پوشی کے لئے بھی آپ کو عیسایئوں کے یسوع اور مسلمانوں کے عیسیٰ کو دو مختلف شخص قرار دینے کے پوچ حیلے میں پناہ ڈھونڈنی پڑی اور لکھنا پڑا کہ:

" مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔"(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹)۔

" اور اگر کبھی اپنے اس طرز عمل کے برخلاف صاحب فراست مسلمانوں کے جوش غیرت کو کسی قدر ٹھنڈا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے ناچار آنخداوند کے متعلق چند کلمات المدح یشبہ بالذم کے رنگ میں لکھ دینے کی کرم فرمائی کی مثلاً یہ کہ:

" مفس اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔۔۔۔۔ بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تیئں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہائت اصرار سے بوجہ حمل نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح ہوگیا۔ اور بتول کے عہد کو کیوں توڑا گیا۔ اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔۔۔۔مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگیئں ۔اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔" (کشتی نوع صفحہ ۱۶)۔

حالانکہ مسیحی اور اسلامی مسلمات کے رو سے نہ آنخداوند کا کوئی حقیقی بھائی یا حقیقی بہن ہوسکتی ہے (کیونکہ آنخداوند کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مسلم ہے) اور نہ مرزا صاحب سے کسی کبھی مانس نے یہ مطالبہ ہی کیا تھا کہ آپ مسیح کے بھائی اور بہنوں کی عزت کیوں

نہیں کرتے؟ نہ آپ نے ان کی کبھی بے عزتی کی ہی تھی (جیسی آنخداوند کی کرتے رہے) کہ جس سے لوگوں کے اس خیال کو دور کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ۔ نہ آپ سے کسی نے یہ درخواست ہی کی تھی کہ مہربانی سے آپ ہمیں لوگوں کا اعتراض سنادیں ! بلکہ دراصل " یہ سب مجبوریاں تھیں۔" جو مرزا صاحب کو " پیش آگئیں۔" ورنہ آپ کی نیت ہر گز مسیح کی عزت افزائی کی نہ تھی۔ چنانچہ اس اظہارِ عزت کے ضمن میں بھی آپ دبی زبان سے اور آخر میں کسی فرض معترض کے نام سے کھلے الفاظ میں ڈنک چلانے سے باز نہ آئے ۔اور بحالت مجبوری ایک اور پیرایہ میں آنخداوند کی شان کے متعلق اپنے گرے ہوئے خیالات کا اظہار کر ہی دیا۔ اور آپ کے یہ الفاظ اس امر پر دال صریح ہیں ان کے لکھتے وقت کسی خارجی مجبوری کے زیر اثر آپ کے قلم نے آپ کے دل کا ساتھ نہیں دیا۔

الغرض جب سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنے مسیح موعود ہونے کا بیانگ دہل اعلان کیا اور کسر صلیب کے واحد ٹھیکہ دار بن گئے اس وقت سے آپنے آنخداوند کی کسر شان میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا۔ اور اگر اس ستم ظریفی کے عملدرآمد میں آپ نے کبھی آنخداوند کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا بھی تو ایسے گرے ہوئے الفاظ میں کہ :

" زیادہ تر قابلِ افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشینگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہ نکل سکیں ۔"(سلسلہ تصنیفاتِ احمدیہ جلد سوم صفحہ ۷ ۸ ۹)۔

"غائت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں۔(ایضاً ایضاً)

" گو حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدائت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے ۔"(ایضاً صفحہ ۶ ۰ ۱)۔البتہ جب کبھی آپ پر مخالفوں نے کوئی ایسا اعتراض کیا جس کا جواب آپ سے براہ راست نہ بن پڑا تو اس وقت بجائے حلی جواب دینے کے نقضی جواب سے مخالفوں کا منہ بند کرنے کی خاطر آپ نے آنخداوند کے حال پر ضرور یہ مہربانی دکھائی کہ دیگر چند انبیائے اولعزم کے ساتھ مسیح کو بھی شامل کرکے ویسا ہی اعتراض کسی فرضی معترض کے منہ سے آنخداوند کے حق میں بھی کھلوادیا۔ اور پھر بہشت مجموعی اس اعتراض کا جو دیگر انبیاء پر بشمولیت مسیح وارد کیا اپنی طرف سے جواب دیدیا۔ مگر اس لئے نہیں کہ اس اعتراض سے مسیح کی برائت مطلوب تھی بلکہ بدیں غرض کہ جیسا اعتراض خود آپ کی ذات پر وارد کیا گیا ویسا ہی خود ساختہ اعتراض مسیح کی نسبت سنا کر مخالفوں سے سہولیت کے ساتھ اپنا پیچھا چھڑالیں۔ ورنہ آنخداوند سے آپ کو ایسی طبعی دشمنی تھی کہ جس اعتراض سے اپنے بچاؤ کی خاطر ایک جگہ آنخداوند کو بری ٹھہرایا دوسری جگہ وہی اعتراض اس کی نسبت نہائت مکروہ صورت میں خود پیش کردیا پس مرزا صاحب قادیانی نے اپنی مزعومہ دینی غیرت کے زیر اثر آنخداوند کی عزت افزائی کے باب میں از حد سرگرمی دکھائی ۔ حتیٰ کہ کسی بھی بڑے یا چھوٹے نبی سے آنخداوند کا مقابلہ کرنے کا آپ کو جب کبھی ناگوار اتفاق ہوا تو آپ نے اپنی طرف سے ہر ایک کو بلااستثناء آنخداوند سے افضل ٹھہرانے اور اس کو ہر طرح سے کم تر ہی قرار دینے کی کوشش کی ۔ اور اس امر میں نوبت یہاں تک پہنچادی کہ کشلیا[1*] کے بیٹے کو بھی آنخداوند کے مقابل رکھ کر اپنے اسلامی ایمان کا اظہار کیا کہ :

[1*] اکثر مرزائی صاحبان یہ کھہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارے معتقدات کے موافق راجہ رامچندر بھی اسلام کے مسلمہ نبیوں میں سے تھے۔ اور اس کے ثبوت میں قرآن شریف کی یہ آئتیں پیش کیا کرتے ہیں " وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ یعنی اور ہر قوم کے لئے کوئی ہادی ہوا ہے۔" (سورہ رعد آیت ۸ رکوع ۱)۔ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خلَا فِيهَا نَذِيرٌ یعنی اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی نذیر نہیں ہوا۔"(سورہ فاطر آیت ۲۴ رکوع ۲)۔ اور یعنی ہر امت کے لئے کوئی رسول ہے۔"(سورہ یونس ۴۸ ،رکوع ۵)۔ حالانکہ ان آئتوں میں ہر امت کے لئے کوئی ہادی و نذیر اور رسول ہونا بتایا گیا ہے نہ کہ ہر امت کے لئے کوئی نبی ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ

ہادی ونذیر عام ہے اور نبی خاص ۔ اوران میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے ۔ یعنی ہر نبی ضرور ہادی ونذیر بھی ہوگا۔ مگر ہرہادی ونذیر کا نبی ہونا ضرور نہیں۔ اور اسی طرح رسول کا لفظ بھی قرآن شریف میں نبی سے عام طور پر استعمال ہوا ہے۔ یعنی کبھی نبی کے لئے اور کبھی غیر نبی کے لئے ۔ اور ازیں جہت وہ بھی ضرور نبی سے عام تر ہے جیسے کہ ذیل کی آیات سے ظاہر ہے :

قُل لَّوْ كَانَ فِي الأَرْضِ مَلآئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاء مَلَكًا رَّسُولاً یعنی کہہ اگر فرشتے پھرتے بستے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ رسول اتارتے ۔"(سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۷ رکوع ۱۱)۔ اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ یعنی فرشتوں اور آدمیوں میں سے رسولوں کو اللہ چن لیتا ہے ۔(سورہ حج آیت ۷۵رکوع ۱۰)۔ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ "یعنی پس میں نے رسول کے نقش پاسے ایک مٹھی بھرلی۔"(سورہ طہٰ آیت ۹۶ رکوع ۵)۔ فَلَمَّا جَاءهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ "یعنی جب اس کے پاس رسول (فرستادہ بادشاہ) آیا۔ کہا اپنے مالک کے پاس لوٹ جا ۔" (سورہ یوسف آیت ۵۰رکوع ۴)۔ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا یعنی اور وہ رسول نبی تھا" (سورہ مریم آیت ۵۳ رکوع ۴)۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ یعنی اور ہم نے تجھ سے پہلے جو رسول یا نبی بھیجا"(سورہ حج آیت ۵۱ رکوع ۷)۔۔

پس جبکہ ہر امت کے لئے کوئی نبی ہونے کا ذکر قرآن شریف میں مذکور نہیں۔ اورراجہ رامچندر جی کا ہادی یا نذیر یارسول ہونا بھی یقینی طور پر ثابت نہیں تو عام سے خاص مراد لیکر اور مطلق کو مقید کرکے ہادی یا نذیر ورسول کے لفظوں سے بہر حال کوئی نبی ہی مراد لینا اور اس بنا پر بغیر کسی قطعی ثبوت کے راجہ رام چندر جی کو نبی قرار دینا سراسر خلاف اصول ہے۔ اور صرف ایک ظنِ فاسد کی بنا پر کسی مظنون بلکہ مفروض نبی کو ایسے اولوالعزم نبی کے برابر ٹھہرانا کسی طرح بھی اسلامی متعقدات کے مطابق اور ایماندارانہ دخل نہیں ٹھہرسکتا کہ جس کا نبی ہونا منوحص ہے ۔ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا یعنی اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی کیا۔"(سورہ مریم ۳۱ رکوع ۲)۔ لیکن اگر بقول شماراجہ رام چندر جی اسلام کے مسلمہ انبیاء میں سے تھے اور رامائن وغیرہ کتب ہنود منزل من اللہ ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ

۱ ۔ قرآن شریف سے کوئی ایسی آیت پیش کرو۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ ہر امت میں سے ضرور کوئی نہ کوئی نبی معبوث ہوا ہے۔ اور کہ راجہ رامچندر جی ضرور ان انبیاء میں سے ایک ہیں (۲۔) کوئی ایسی قطیعتہ الدلالتہ آیت قرآنی پیش کرو۔ جس سے نہایت وضاحت کے ساتھ ہندوؤں کی کسی دھرم پستک کا منزل من اللہ ہونا اور اس کے دھارمک پیشواؤں کا بالعموم اور راجہ چندرجی کا بالخصوص نبی ہونا ثابت ہو(۳) قرآن شریف میں ابراہیمی ملت سے خارج کسی نبی کا اور بالخصوص پیشوا یا ہنود کا ذکر کیوں مذکور نہیں ہوا؟ جبکہ وہ بقول شماسب کے سب نبی تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو ان میں سے کسی خاص کا علم نہ تھا؟(۴) قرآن شریف کے اس حکم میں کہ " قُولُواْ آمَنَّا بِاللّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ (سورہ بقرہ آیت ۱۳۰ رکوع ۱۶)۔ کیوں راجہ رامچندر جی وغیرہ ہندو پیشواؤں اور رامائن وغیرہ ہندو گرنتھوں پر بالتصریح ایمان کے اظہار کا حکم پایا نہیں جاتا (۵) اگر یہود ونصاریٰ کے سوا کسی اور گروہ پر بھی قرآن شریف سے پیشتر کوئی آسمانی کتاب اترچکی تھی تو اس کے حصر کے کیا معنی ہونگے ؟ أَن تَقُولُواْ إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَآئِفَتَيْنِ یعنی تا نہ کہو کہ کتاب تو دو ہی گروہوں پر اتری "(سورہ انعام آیت ۱۵۶ رکوع ۲۰)۔ (۶) اگر قرآن شریف سے پیشتر کتاب اور نبوت بنی اسرائیل سے مختص نہ تھی تو " یعنی میں نے تم کو سارے جہان پر فضیلت دی "(سورہ بقرہ آیت ۴۴، ۱۱۶) اور کونسی فضیلت مراد ہوسکتی ہے جو کتاب اور نبوت کے سوا سارے جہان پر بنی اسرائیل کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بخشی گئی " (۷) قطعی دلائل سے ثابت کرو کہ اہل کتاب کے خطاب میں ہندو بھی شامل ہیں۔(۸) مرزا صاحب کے اس قول کو حق بجانب ٹھہرانے کے یقینی دلائل سے راجہ رامچندر جی کا نبی ہونا ثابت کرو۔ اور یہ بھی ثابت کرو کہ وہ رتبہ میں ضرور آنخداوند کے برابر تھا۔

مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔"(انجام آتھم صفحہ ۴۱)۔

حالانکہ اور کسی بھی اسلام کے مسلمہ نبی کی عزت افزائی کے لئے آپ کو یہ کبھی جرات نہیں ہوئی کہ اس کا مقابلہ ہندوؤں یا پارسیوں کے کسی مذہبی لیڈر سے کرکے اسے اس کے مساوی قرار دیں اور صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ خود بدولت آنخداوند سے افضل اور پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر" ہیں۔

الغرض آپنے اگر عمر بھر میں کسرِ صلیب کے بارہ میں کوئی حقیقی کارنامہ دکھایا ہے تو یہ کہ تعلی وخودستائی کی ڈینگیں ہانکنے کے ساتھ ہی حتی الوسع آنخداوند کی کسر شان اور تحقیر کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور یوں گویا آپ نے مسلمانوں کے دلوں میں اپنی عظمت کا سکہ جمانے اور مسیحیت کے مقابل اپنی فتح کا ڈنکا بجانے کی غرض سے آنخداوند کی پیٹ بھر کر توہین وتحقیر ہی کو اپنی کامیابی اور کسرِ صلیب کا حقیقی اور واحد ذریعہ سمجھا اور تازیست اسی نقطہ پر جمے رہے۔

آنخداوند کی توہین کی وجہ

ہماری دانست میں آپ اس وجہ سے بامر ناچاری آنخداوند کی توہین وتذلیل میں زندگی بر کوشاں رہے کہ آپ کو کھلے الفاظ میں اپنے تیئں مسیح موعود قرار دینے اور حقیقی مسیح کی دوسری آمد کا صاف الفاظ میں قطعی انکار کرنے کے لئے ضروری معلوم ہوا کہ آپ آنخداوند کی حیات کا انکار کریں۔ اور اس کی شان کو اس قدر کم کردکھائیں۔ اور اس کی فضیلت کے متعلق مسلمہ امور کو اس طرح پر اسلامی مسلمات کے منافی ظاہر کریں کہ آپ کا مثیل مسیح کے ادعا سے شروع کرکے بتدریج

"پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہونے"

تک پہنچ جانے کی بڑہانکنا کم از کم آپ کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو چنداں ناگوار نہ گذرے۔ نیز اس طرح سے دیگر مسلمانوں کی نظر میں بھی آپ کے مسیح موعود ہونے کے دعوےٰ کی کراہیت کسی قدر کم ہوجائے۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپ کو اس امر میں ہمت مرادنہ سے کام لیکر متعدد مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے مختلف افترا پردازیوں سے مجبوراً کام لینا پڑا۔ مثلاً

۱۔ آپ نے انجیل مقدس کے بیانات بلکہ الفاظ بھی مطلب کے موافق بگاڑ کر نیز حسب ضرورت اپنے کشف والہامات سے کام لے کر آنخداوند کو موسیٰ کا خلیفہ اور یوحنا بپتسمہ دینے والے کا شاگرد اور مرید اور اولوالعزم انبیاء میں شمار کرنا تو درکنار ہر نبی سے کہتر بلکہ خودبدولت کی شان سے بھی کہیں کمتر اورراجہ رامچندر جی سے بھی کچھ زیادت نہ رکھنے والاثابت کرنے کی کوشش کی۔

۲۔ آپ کو مسیح کی تمام مسلمہ فضیلتوں کے جھٹلانے اور مسلمانوں کے دلوں سے مسیحی فضائل کے آثار مٹانے کی ضرورت محسوس کرکے یہ چال کھیلنا پڑی کہ آپ نے عامہ مسلمین کے اس عقیدے سے کہ آنحضرت دیگر تمام انبیاء سے افضل ہیں ناروا فائدہ اٹھا کر ان کے جذبات سے یوں اپیل کی کہ اگر مسیح کی فلاں فلاں فضیلتوں کو مان لیں تو اس سے آنحضرت کی تحقیر بلکہ توہین ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے آپ نے ان تمام قرآنی بیانات کی جو مسیح کے فضائل سے متعلق تھے وہ تاویلیں کردکھائیں۔ جو شروع زمانہ اسلام کے آج تک کسی کو نہ سوجھیں۔ اور بعض صحیح حدیثوں کو جھٹلانا پڑا۔ بلکہ بعض حالتوں میں ناچار ہو کر آپ کو آنحضرت سے بھی اجتہادی غلطیاں منسوب کرنا پڑیں۔

۳۔ مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے اور دوبارہ واپس آنے کا انکار کرنے کے لئے آپ کو اسکی موت ثابت کرنا پڑی۔ اور اس کی قبر کی نشاندہی کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے آپ کو کشمیر کے شہر سرینگر کے محلہ خان یار کے ایک چبوترہ میں کشفی نگاہ سے مسیح کی لاش جھانکنا پڑی۔ اور اس ظنِ فاسد کو درجہ یقین تک پہنچانے کے لئے آپ کو جوڑ توڑ لگا کر انجیل مقدس کے بعض واقعات کو مطلب کے موافق لباس پہنانا اور بعض واقعات سے عمداً چشم پوشی اختیار کرنا پڑا اور قرآنی الفاظ کی حسب منشاء تاویلیں کرکے اور بعض صورتوں میں عام سے خاص مراد لیکر اور احادیث اور مفسرین کے اقوال کو حسب ضرورت بعض کو رد اور بعض کو قبول کرکے اور اس کے سے بھی کام نہ نکلتا دیکھ کر نوٹووِش روسی کے فسانہ کو صحیح تاریخوں پر ترجیح دینا۔ اور اس پر ذہنی مخترعات کا ملمع چڑھا کر اس مشکل مہم کو بہرادقت ودشواری انجام دینا پڑا۔

۴۔ مسیح کے معجزات کا انکار کرنے کے لئے آپ کو بھی انجیل مقدس وقرآن شریف کے صریح اور واضح بیانات کو قادیانی عبارات کا جامہ پہنا کر ازحد رکیک اور بھونڈی تاویلوں سے کام چلانا پڑا۔

۵۔ مسیح کے متعلق گندے سے گندے بہتان گھڑنے کے لئے بھی آپ کو انجیلی بیانات کو بالکل قادیانی لباس پہنانا پڑا۔ اور حسبِ ضرورت یہودیوں کے مغلظات کو بھی

اپنانے سے آپنے دریغ نہ کیا۔ اور اس کے متعلق مسلمانوں کے جوشِ غیرت کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے آپ کو یسوع اور عیسیٰ کو متغائرین قرار دینے کے لئے لچر حیلہ کی پناہ ڈھونڈنا پڑی۔

(۶) بعض اسلامی مسلمات کا انکار کرکے ان کو نئے سانچے میں ڈھال کر پیش کرنے کے لئے آپ کو قرآن شریف کے اکثر مقامات کی ایسی من مانی تاویلیں گھڑنا پڑیں جو ابتدائے اسلام سے آج تک کسی کو نہ سوجھی تھیں۔ اور بسا اوقات صحیح احادیث کو مطلب کے موافق نہ پا کر رد کرنے اور ضعیف حدیثوں سے کام نکلتا دیکھ کر ان کو قبول کرنے بلکہ بعض حالتوں میں عوام کے اقوال کو بھی احادیث پر ترجیح دینے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

(۷) اپنی نبوت اور مسیحیت کے دعووں کو اسلام کی برتری اور آنحضرت کی عظمت کے ساتھ بالکل وابستہ ظاہر کرنے کے لئے بھی آپ کو قرآنی آیات کی نرالی تاویلیں کرنا اور احادیث کو مطلب کے موافق قبول یا رد کرنا اور حسبِ ضرورت عوام کے اقوال کا بھی سہارا ڈھونڈنا پڑا۔ اور معاذا مسلمانوں کے جذبات کو اپیل کرکے بھی کام نکالنا پڑا۔ کیونکہ

اول۔ اگر مسیح کی شان و عظمت کو کم نہ دکھاتے تو مسلمانوں میں آپ کے ہوا خواہوں کا وجود کالعدم ہوجاتا۔ اور آپ کا مثیل مسیح ہونے اور رفتہ رفتہ زمانے کی رفتار کے موافق چل کر

" پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر"

ہونے کا دعویٰ اہل اسلام کی نظروں میں مکروہ معلوم ہوتا۔ اور اگر پہلے مسیح کو موسوی خلیفہ نہ ظاہر کرتے تو دوسرے مسیح کا محمدی خلیفہ ہونا نامانا جاسکتا۔

دوم۔ اگر آپ مسیح کی تمام مسلمہ فضیلتوں کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرتے تو نہ آپ مسلمانوں کے دلوں میں مسیحیت کی عداوت کا بیج بونے میں کامیاب ہوسکتے اور نہ کے ان کے دلوں پر اپنی فضیلت کا سکہ ہی جما سکتے۔ اور بصورتِ دیگر آپ کو موسیٰ جیسے اولوالعزم نبیوں بلکہ بعض صورتوں میں آنحضرت پر بھی فضیلت کا دعویدار ہونے کی ضرورت ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں آپ کی کامیابی قطعاً ناممکن تھی۔

سوم۔ اگر مسیح کی موت کو ثابت کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ تو اصل مسیح کی آمد کا انکار کرکے اس کے بجائے اپنے تیئں بطور مثیل کے پیش کرنا آپ کے لئے ممکن نہ تھا۔

چہارم۔ اگر مسیح کے معجزات کا صاف انکار نہ کردیتے۔ اور بعض کو ناچار عمل الترب کہکر اس سے نفرت کا اظہار نہ کرتے تو معجزات کے مطالبات سے آپ کا پیچھا چھڑالینا یقیناً غیر ممکن تھا۔

پنجم۔ اگر آنخداوند کے متعلق مکروہ بہتان نہ گھڑتے۔ اور اس کے لئے یہودیوں کے آستانہ پر جبیں سائی نہ کرتے تو مسیحیت کو نیچا دکھانے اور صلیب توڑنے کا خالی ڈھول پیٹنے کی آپ کو ہرگز جرات نہ ہوسکتی۔ کیونکہ مسیحیوں کے مقابل صحیح دلائل سے کام لیکر سرخروئی حاصل کرلینا آپ کے لئے ٹیڑھی کھیر تھی۔

ششم۔ اگر بعض ان اسلامی مسلمات کا (جن کا جواب دینا آپ کے لئے آسان نہ تھا) انکار کرکے آپ ان پر ایسا رنگ چڑھا کر پیش نہ کرتے جس سے کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے تو آپ کے لئے مسلمانوں کے سامنے اسلام کی حمائت میں خم ٹھونک کر کھڑے ہونے کی ڈینگیں ہانکنا دشوار تھا۔ پس اس امر میں آپ نے حقیقی اسلامی مسلمات کی حمائت کرسکنا مشکل تصور کرکے سہل ترین پہلو اختیار کیا کہ ایسے اسلامی مسلمات کو اپنے ذہنی سانچے میں ڈھال کر بالکل نئی صورت میں پیش کردیا کہ نہ قابل اعتراض مسائل کو صحیح تسلیم کریں اور نہ اعتراضات کی گنجائش باقی چھوڑیں۔ یعنی نہ سر رہے اور درد سر لاحق ہو۔

ہفتم۔ آپ کو اپنی نبوت و مسیحیت کے دعووں کو اسلام کی برتری اور آنحضرت کی عظمت کے ساتھ وابستہ کرنے کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مسلمان یہ خیال کرکے

کہ جس قدر آپ کی فضیلت و برتری کو تسلیم کرینگے اس سے اسلام ہی کی شان دوبالا ہوگی اور آنحضرت ہی کی عظمت ظاہر ہوگی۔آپ کے دامِ تزویر میں آسانی سے پھنس سکیں۔ ورنہ کسی اورصورت میں مسلمانوں کا آپ کی شخصیات کو قبول کرنا اور اپنے دلوں میں آپ کی عظمت و برتری کوجگہ دینامحال تھا۔

پس " گولوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت و انجیل وقرآن کے مسیح کی شان و عظمت کو گھٹانے اور اس کی مسلمہ فضیلتوں کو جھٹلانے اور اس کے زندہ آسمان پر موجود ہونے اور دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا انکار کرنے اور اس کے صاف اور صریح معجزانہ واقعات کی رکیک تاویلیں گھڑنے اوراس پر مکرہ وبہتان لگا کر یسوع اور عیسیٰ کو متغائرین ظاہر کرنے اور یوں عبرانی زبان اور اسرائیلی انبیاء کے ناموں کی نوعیت سے بے بصری دکھانے کی کیوں کوشش کی گئی ؟ اور قرآن شریف کی صریح دلالتوں کے برخلاف اپنے مجددانہ عقائد اختراع اور بعض حالتوں میں احادیث صحیحہ کا انکار کرنے اور حسب ضرورت ضعیف حدیثوں اور عام اقوال پر اپنے معتقدات کی بنیادر کھنے اور " ظلی اور بروزی اورامتی نبی اورمثیل مسیح کے نئے محاورات تراشنے کی کیوں جرات کی گئی ؟

" مگرمیں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ ۔۔۔ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔"

غرضیکہ جس قدر زیادہ اہل اسلام کی طرف سے آپ کے دعویٰ مسیحیت کی مخالفت ہوئی اسی قدر زیادہ آپ نے اپنی مسیحیت کے براہین پیش کرنے کی بجائے حتی الامکان مسیح کی موت کو ثابت کرنے اور اس کی قدر ومنزلت کو ازحد گھٹا کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اور آپ کی یہ کوشش ایسی مفید ٹھہری کہ آپ کی امت کے لوگ بھی آپ کی پیروی میں ہمیشہ آپ کی مسیحیت کے بارہ میں بحث کرنے کی بجائے مسیح کی موت پر ہی بحث کرکے اصل مطلب کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔حالانکہ بفرض محال اگر مرزائی صاحبان مسیح کی موت ثابت بھی کردکھائیں اور اس کے جی اٹھنے کے واقعہ سے قطعاً انکار کردیں تو بھی مرزا صاحب کے مسیح ہونے کو اس سے سر مو متعلق نہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ مسیح کی موت کا اثبات امر دیگر ہے اور مرزا صاحب قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا اثبات امرِ دیگر۔ اور یہ بطور لازم اور ملزوم کے اس طرح پر ایک دوسرے کے ساتھ ہر گز وابستہ نہیں کہ مسیح کی موت سے یقینی طور پر مرزا صاحب قادیانی کا مسیح موعود ہونا ثابت ہوجائے جبکہ دعویٰ بھی صرف مماثلت کا ہے۔ بنا بریں کوئی انصاف پسند شخص آنخداوند کی موت کا قائل اور اس کے جی اٹھنے کا منکر ہونے کی صورت میں بھی بغیر یقینی اور قطعی دلائل کے مرزا صاحب قادیانی کو مسیح نہیں مان سکتا۔ بمصداق

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
درہما ازجہاں شود معدوم

مرزا صاحب قادیانی جیسے مخالفِ مسیح کے ظہور کے لئے آنخداوند کی روح بیقرار

لیکن اگر مرزا صاحب قادیانی نے آنخداوند کو پیٹ بھر کر گالیاں دینے سے اس کی عزت وشان کو چار چاند لگادئیے تو اس میں کچھ آپ کا قصور نہیں۔ کیونکہ جیسا آپ پر کشفاً کھولا گیا آنخداوند کی روح خود ہی آپ کے ظہور کے لئے بیقرار تھی۔ اور اس نے خدا تعالیٰ سے خود درخواست کی کہ آپ جلدی دنیا میں پہنچ کر اس کی توہین کریں اور اس کی درخواست پر ہی آپ بھیجے گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب پر

کشفاً کھولا گیا ہے۔ حضرت مسیح کی روح ان افتراؤں کی وجہ سے جو ان پر اس زمانہ میں کئے گئے ۔ اپنے مثالی نزول (مراد مرزا صاحب) کے لئے شدتِ جوش میں تھی۔ اور خدا تعالیٰ سے درخواست کرتے تھے کہ اس وقت مثالی طور پر اس کا نزول ہو۔ سو خدا تعالیٰ نے

اس کے جوش کے موافق اس کی مثال کو دنیا میں بھیجا ۔"(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۸)۔

مرزا صاحب کے مخالفِ مسیح ہونے پر انکا دستخطی اقبال

اگر خداوند کی پیشگوئیوں پر غور کیاجائے جو جھوٹے مسیحیوں کے متعلق کی گئیں۔ اور جو ان کےزمانہ کے نشانات بتائے گئے ۔او رپھر ان پیشگوئیوں کے تمام وکمال پورا ہونے کے بارہ میں مرزا صاحب قادیانی کے اقبالی بیانات پر غور کریں توآپ کا مخالفِ مسیح ہونا اظہر من الشمس ہوجاتاہے۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک ذیل میں نمبروار درج کرتےہیں۔

پیشگوئی	اقبال مرزا
۱۔ بہتیرے میرے نام سے آئینگے۔"(متی ۲۴،آیت ۵)۔	" جو یسوع مسیح کے نام پر ---- آیا ہے" (تحفہ قیصریہ صفحہ ۱)
۲۔ "کہینگے کہ میں مسیح ہوں۔(متی ۲۴،آیت ۵)۔	" جو دنیا میں یسوع مسیح کے نام پر آیا ہے" صفحہ ۲۔
۳۔ " کہینگے کہ وہ میں ہی ہوں ۔"(مرقس ۱۳ ،آیت ۶ ،لوقا ۲۱ ،آیت ۸)۔	" میں مسیح موعود ہوں" (کشتی نوح صفحہ ۱۶) میں وہی ہوں "(کشتی نوع ۱۳) مکرر صفحہ ۱۵
۴۔ " جو مخالفت کرتا ہے اور ہر ایک سے جو خدا او رمعبود کہلاتا ہے اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے (یہاں تک کہ ---) اپنے آپ کو خدا ظاہر کرتاہے ---۔(۲ تسلنیکوں ۲،آیت ۴)۔ " جس کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور عجیب کاموں کے ساتھ او رہلاک ہونے والوں کے لئے ناراستی کے ہر طرح کے دھوکے کےساتھ ہو گی(۲ تسلنکیوں ۲ آیت ۲) " اور نشان اور عجیب کام دکھائینگے ۔" (مرقس ۱۳ ،آیت ۲۲) " اور آسمان پر بڑی بڑی دہشتناک باتیں اور نشانیاں ظاہر ہونگی ۔"(لوقا ۲۱ ،آیت ۱۱)	" خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے (حقیقت الوحی صفحہ ۱۶۴)۔ " ہم محض بطور نمونہ کے ایک سو چالیس نشان ان میں سے لکھتے ہیں ۔" (حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۴)۔ " جن سے دو سو آٹھ نمبر نشانوں کا پورا ہوتا ہے"(تتمہ حقیقت الوحی ۱۶۴)۔
(۵) "بہتیروں کو گمراہ کرینگے ۔" (متی ۲۴،آیت ۱۱)	" کچھ زیادہ تین لاکھ سے اس جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔(حقیقتہ الوحی ۱۶۷)۔
(۶) " اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔"(متی ۲۴،آیت ۱۴)	" یہاں تک کہ امریکہ میں کئی لوگ ہماری جماعت میں داخل ہو چکے ہیں---- اور یورپ کے بعض لوگ بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں ۔"(حقیقت الوحی ۱۶۷)
(۷) " اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہیں سنو گے۔"(متی ۲۴،آیت ۶)۔	" اس قدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلینگی۔"(حقیقت الوحی ۲۵۶) " ماسوا کے اگر پہلے دنیا میں طاعون ہوتی رہی اور زلزلے آتے رہے ہیں اور لڑائیاں ہوتی

	رہی ہیں تو اسوقت مسیح موعود ہونے کا کوئی مدعی موجود نہ تھا۔ پس جبکہ ایسے غیر معمولی زلزلوں اور طاعون سے پہلے ایک مدعی مسیحیت موجود ہو گیا اور بعد اس کے یہ سب علامتیں انجیل کے موافق ظہور میں آئیں تو کیوں اس سے انکار کیا جائے "(حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۲۰۲)
(۸)" جگہ جگہ کال پڑینگے اور بھونچال آئینگے " (متی ۲۴،آیت ۸)	" میں نے --- یہ خبردی تھی کہ میرے زمانہ میں دنیا میں غیر معمولی زلزلے آئینگے اور دوسری آفات بھی آئینگی اور ایک دنیا ان سے ہلاک ہوجائیگی ۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشگوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اوردوسری آفات کا سلسلہ شروع ہوجانا میری سچائی کے لئے ایک نشان ہے۔"(حقیقت الوحی ۱۶۱)۔
(۹) " بڑے بڑے بھونچال آئینگے اور جا بجا کال اور مری پڑیگی ۔" (لوقا ۲۱،آیت ۱۱)	" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی زلزلوں اور طاعون کی جیسا کہ ابھی لکھا گیا ہے کہ مسیح *1 موعود کا اس وقت ظاہر ہونا ضرور ہے (حقیقت الوحی ۲۰۲)۔ " اب کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ جیسا کہ طاعون سے ظہور میں آئیں پہلے اس ملک میں

	کبھی ظہور میں آیا تھا؟ ہر گز نہیں ۔ رہا زلزلہ وہ بھی میری طرف سے کوئی معمولی پیشگوئی نہیں تھی۔ بلکہ پیشگوئی میں یہ الفاظ تھے کہ ایک حصہ ملک کا اس سے تباہ ہوجائیگا جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ تباہی جو اس زلزلہ سے کانگڑہ اور بھاگسو خاص حوالہ لکھی پر آئی دوہزار *2 برس تک اس کی نظیر نہیں ملتی(حقیقت الوحی ۱۶۰)۔
(۱۰) کیونکہ وہ دن ایسی مصیبت کے ہونگے کہ خلقت کے شروع سے جسے خدا نے خلق کیا نہ ابتک ہوئی ہے نہ کبھی ہو گی---اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔(متی ۲۴،آیت ۲۱ تا ۲۳)۔	" زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی نہیں آئی ہو گی۔"(حقیقتہ الوحی ۲۵۶)۔ تلكہ عشرۃ كاملۃ

---

*1 الہیٰ سچائی پر نادانستہ اقبالی مہر ثبت کرتے ہوئے مرزا صاحب نہائت سادگی سے فرماتے ہیں کہ " مسیح موعود کا اس وقت ظاہر ہونا ضرور ہے۔"حالانکہ یہ نشانات جھوٹے مسیحیوں کے زمانہ سے متعلق ہیں جیسا کہ آنخداوند نے فرمایا کہ " لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہونگی۔"(متی ۲۴،آیت ۸)۔ ان کا واقعہ ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔"(مرقس ۱۳ ،آیت ۷)۔ انکا پہلے واقعہ ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔"(لوقا ۲۱،آیت ۹)۔ "اور جب یہ باتیں ہونے لگیں تو سیدھی ہو کر سر اوپر اٹھانا اور اس لئے کہ تمہاری مخلصی نزدیک ہو گی۔"(لوقا ۲۱ آیت ۲۸)۔ مگر ان دنوں مصیبت کے

بعد---لوگ ابن آدم کو بڑی قدرت اورجلال کے ساتھ بادلوں میں آتے دیکھینگے ۔" (مرقس ۱۳ ،آیت ۲۴تا ۲۶)۔

2* بقول مرزا صاحب دو ہزار برس تک یعنی مسیح کی پیشگوئی کے بعد سے زلزلے کا یہ واقعہ بے نظیر ہے ۔ پس آنخداوند نے جھوٹے مسیح کے زمانہ کی علامتیں جو پیشگوئی کے طور پر بیان فرمائیں وہ عجیب طور پر پوری ہوئیں۔ اب کوئی نادان قادیانی کس منہ سے کہہ سکتا ہے کہ "کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا۔ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کو پیشگوئی کیوں نام رکھا؟(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴)۔

حقیقت مرزا بقلم خود

مرزا صاحب فرماتے ہیں :

"اور چونکہ اس نے مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا تھا اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح سے میرے اندر رکھی تھی۔"(تحفہ قیصریہ صفحہ ۱۷)۔

" میں وہ شخص ہوں جس کے روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے۔"(تحفہ ۱۸)۔

"ایک شریر مکار جس میں سراسر یسوع کی روح تھی ۔"(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵)۔

(صغریٰ) مرزا صاحب میں یسوع 1* کی روح تھی (قول مرزا)

(کبریٰ) جس میں یسوع کی روح تھی وہ شریر مکار تھا (قول مرزا)

(حدِ اوسط)۔ یسوع کی روح + اصغر = مرزا صاحب + اکبر = شریر مکار)

(نتیجہ) پس ---------------------------

1* بعض مرزائی صاحبان کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یسوع کو دو مفہوم مراد لئے لیکن یہ بالکل لچر تاویل ہے ۔ کیونکہ جب مصدق ایک ہے یعنی یسوع کی روح تو ایک مصداق کے مغائر مفہوم قرار دینے کا کسی مرزائی کا کوئی حق نہیں ۔منہ

آنخداوند کی کوئی حقیقی دادی یا نانی نہیں ہوسکتی

جبکہ یہ امر بالکل قرین عقل وانصاف ہے کہ مخالفوں پر ان کے مسلمات کے مطابق ہی اعتراض کیا جاسکتاہے ۔ اور مرزا صاحب اور ان کی امت کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جن مسیحیوں کو وہ مخاطب کرتے ہیں وہ خداوند مسیح کی معجزانہ پیدائش کے قائل ہیں۔ اور جن انجیلوں میں آنخداوند کے نسب نامے پائے جاتے ہیں انہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا کوئی جسمانی باپ ہی نہ تھا۔ بلکہ وہ بلاواسطہ جسمانی باپ کے خدا تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوا تو پھر آنخداوند کی کوئی حقیقی دادی قرار دیکر اس کے واسطہ سے اسے گالیاں دینا ہی عقل وایمان کے دعویدار کو کیونکر زیب دیتا ہے۔ پس مرزائی صاحبان کو آئندہ ایسے لچر اور مکروہ استدلال کو کام میں لانے سے پہلے یہ امر ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ مسیحی بلکہ اسلامی مسلمات کے مطابق بھی (بجز ان چند مطلبی دیوانوں کے جن کا کام ہی مذہبی کتابوں کے الفاظ کو کھینچ تان کر دنیا کے دوسرے لوگوں سے نرالے معنی تجویز کرنا ہے) نہ آنخداوند کا کوئی حقیقی جسمانی باپ تھا۔ اور نہ اس کی کوئی حقیقی دادی ہوسکتی ہے پس کیونکہ ان کے

" خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔؟"

اور ہمارے منجی نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ

" جب داؤد کو خداوند کہتاہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکہ ٹھہرا۔"(متی ۲۲ ،آیت ۴۵)۔

پھر انجیل مقدس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کے فرشتے نے یوسف سے کہا کہ:

" جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔"(متی ۱ ،آیت ۲۰)۔

بنا بریں یہ ماننا پڑیگا کہ آنخداوند کے وجود یا ماہیت جسمی کا مادہ ازروئے انجیل مقدس کسی انسانی جسم کے اجزاء سے مرتب نہیں ہوا بلکہ وہ اسی طرح سے خدا تعالیٰ کے کلمہ قدرت

سے بلاواسطہ خلق ہوا جیسے ابتدائی آفرینش کی مادی چیزیں یعنی آنخداوند کا مادہ جسمی روح القدس سے وہ وجود پذیر ہوا۔ پس مریم مقدسہ کے اخرای جسمی کا دخل آنخدواند کے جسم کی ساخت اور نشوونما میں بمنزلہ غذائیت کے ماننا پڑیگا۔ اور یہ امر تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ غذا سے ماہیت جسمی تبدیل نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک جسم اپنی ماہیت کے مطابق غذا کو تبدیل کرلیتا ہے۔ ازیں جہت مریم مقدسہ دیگر ماؤں کی مانند آنخداوند کی ایسی ماں نہیں قرار دجاسکتی کہ جس کے جسمی مادہ سے بشمولیت اپنے شوہر کے جسمی مادہ کے بچے کا وجود مرتب ہوا ہو۔ اور جب آنخداوند سے کسی نے کہا کہ

"دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے باتیں کرنی چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کے جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔ دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔"(متی ۱۲،آیت ۴۷تا ۴۹)۔

پس جن انجیلوں میں آنخداوند کا نسب نامہ مندرج ہے انہی کی رو سے نہ داؤد اور سلمون اور یہوداہ اس کے حقیقی دادے او رنانے کہلاسکتے ہیں اور نہ ان کی بیویاں اس کی حقیقی دادیاں اور نانیاں کہ

" جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔"

مانا جاسکے ۔ اس لئے یہ امر عقل وانصاف ودیانت سے کس قدر بعید ہے کہ مسیحی مسلمات کے برخلاف محض مسیحیوں کی دلآزاری کی نیت سے ناحق آنخداوند کی تین دادیوں اور نانیوں کوزناکار بلکہ بعض کو خلاف واقعہ کسبی عورتیں قرار دیا جائے اور پھر اس سے آنخداوند کے لئے اخلاقی بدپرہیزگاری کا الزام ثابت کرنے کی جرات کی جائے؟

وہ تین عورتیں کونسی ہیں؟

آنخداوند کا نسب نامہ جو انجیل میں مندرج ہے ۔ اس میں چار عورتوں یعنی تامار، راحاب ، روت اور بنت سبع کے نام مذکور ہیں۔ پس مرزا صاحب کا اشارہ ان میں سے غالباً تامار، راحاب اور بنت سبع کی طرف ہوگا۔ کیونکہ روت اگرچہ موآبی عورت تھی مگر وہ کسی طرح سے بھی زناکار اور کسبی عورت ثابت نہیں ہوسکتی ۔ بلکہ اس کے برعکس وہ نہائت نیکدل اور دیندار عورت ثابت ہوتی ہے۔ (روت ۱ ،آیت ۱۶ + ۴،آیت ۱۱ تا ۱۳)۔ اس لئے ہم روت کے علاوہ باقی تینوں کے متعلق مرزا صاحب کے بہتان کی حقیقت فاش کرینگے۔

مسیحی نسب نامہ میں ان عورتوں کے ذکر کی غائت

مگر اس سے پیشتر یہ عرض کردیناضروری ہے کہ ہر ایک حق پسند جو ان تینوں بلکہ چاروں عورتوں کے واقعات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے کتاب مقدس کا بنظر غائر مطالعہ کریگا اور ساتھ ہی انجیل متی کو بھی غور سے پڑھیگا اس کو اس امر واقعی میں ہمارے ساتھ اتفاق کرنا پڑیگا کہ دوسری عورتوں کا ذکر چھوڑ کر ان چاروں عورتوں کا خصوصیت کے ساتھ آنخداوند کے نسب نامہ میں ذکر کرنے سے انجیل نویس کی یہ غرض ہر گزنہیں ہوسکتی کہ ازارہ توہین وتضحیک ان عورتوں کے نام اپنے منجئی وخداوند کے نسب نامہ میں مندرج کرے اور یہ ثابت کرے کہ وہ ازروئے نسب ایسی گنہگار عورتوں سے متعلق ہونے کی بنا پر گنہگاروں کا منجی نہیں ہوسکتا۔ نہ اس نے نسب نامہ میں ان عورتوں کے گنہگار ہونے کا ذکر ہی کیا۔ حتیٰ کہ راحاب کو بھی راحاب فاحشہ نہیں لکھا۔ بلکہ اس کی غرض صاف طور پر یہ ثابت کرتی ہے کہ اگرچہ تینوں عورتیں پہلے گنہگار تھیں۔اور چوتھی عورت ایک موآبی عورت تھی۔مگر باایہنمہ خدا تعالیٰ جو ہر ایک سچی توبہ کرنے والے گنہگار کو معاف کرنے کو

تیار اور اسے راستباز ٹھہرانے پر قادر ہے اس نے نہ صرف ان گنہگار عورتوں کو راست باز ٹھہرا کر قبول کیا اور اپنی برگزیدہ قوم میں شامل ہی کیا۔ بلکہ ان کو اس قابل ٹھہرایا کہ وہ مریم صدیقہ کے نسب نامہ سے نسبت رکھیں کہ جس سے منجئی جہان پیدا ہوا۔ اور یوسف کے نسب نامہ سے بھی جو مریم صدیقہ کا شوہر اور آنخداوند کا مجازی باپ تھا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ گنہگاروں کی ہلاکت یقینی اور نجات محال نہیں۔ اور نہ کسی تائب گنہگار سے خدا تعالیٰ نفرت رکھتا ہے بلکہ وہ ہر ایک سچی توبہ کرنے والے گنہگار کو قبول کرنے کو تیار ہے (لوقا ۱۵،آیت ۱۰)۔ چنانچہ

" اس نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔(یوحنا ۳،آیت ۱۶)۔

اور چونکہ انجیل کے معنی ہی خوشی کی خبر ہیں اس لئے نہ صرف منجئی جہان کا نسب نامہ ہی انجیل مقدس کے شروع میں مذکور ہے تاکہ وہ نوشتوں کے مطابق ابن ابراہیم اور ابن داؤد ثابت ہو بلکہ اس نسب نامہ میں ایسے مردوں اور عورتوں کے نام مندرج ہیں جن کے پہلے گنہگار ہونے اور پھر راستباز ٹھہرائے جانے کا ذکر بالصراحت کلامِ مقدس میں مذکور ہے تاکہ منجئی گنہگاروں کے ساتھ پہلے ایمانداروں کا نہ صرف روحانی علاقہ ازروئے ایمان ہی ظاہر ہو(خط عبرانیوں ۱۱،آیت ۳۰)۔ بلکہ اس کے ساتھ ان کا جسمانی علاقہ ازروئے نسب بھی ظاہر ہو۔

"پس جس صورت میں کہ لڑکے خون اور گوشت میں شریک ہیں تو وہ خود بھی ان کی طرح ان میں شریک ہوا تاکہ موت کے وسیلے سے اس کو جسے موت پر قدرت حاصل تھی۔یعنی ابلیس کو تباہ کردے ۔اور جو عمر بھر موت کے ڈر سے غلامی میں گرفتار رہے انہیں چھڑالے"(عبرانیوں ۲،آیت ۱۴ و ۱۵)۔

اور اس طرح پر اس امر میں ہر ایک گنہگار کے لئے یہ خوشخبری پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی نجات سے مایوس ہونے کی بجائے اس گنہگاروں کو راستباز ٹھہرانے والے پر ایمان لاکر نجات حاصل کرسکتا اور اس کے ساتھ بذریعہ ایمان پیوستہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وہ گنہگاروں کو قبول کرنے اور انہیں راستباز ٹھہرا کر ان سے روحانی تعلق قائم کرنے کو تیار ہے جیسے کہ اس نے گنہگاروں کے ساتھ جسمانی طور پر متعلق ہونے سے بھی نفرت نہ کی۔

راستباز ہونے کی متعلق مسیحی مرزائی نقطہ نگاہ میں اختلاف

دراصل مرزا صاحب قادیانی کی نگاہ میں آنخداوند کا نسب نامہ اس لئے قابلِ اعتراض ٹھہرا کہ راستباز ہونے کے متعلق مسیحی اور مرزائی نقطہ نگاہ میں بھاری اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مرزائی نقطہ نگاہ کے مطابق راستباز اور مقدس انسان وہ کہلاسکتا ہے جس نے زندگی بھر میں کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو اور نہ کبھی کسی آزمائش سے دوچار ہوا ہو۔ اور نہ کسی گنہگار سے ملنے بلکہ اس کی شکل تک دیکھنے کا روادار ہوا ہو۔مگر برعکس اس کے مسیحی نقطہ نگاہ کے مطابق بنی آدم میں سے کسی کے لئے اس جہان میں اس طرح پر حقیقی راستبازی کا حصول ممکن نہیں کیونکہ کسبِ آدم سے اس کی اولاد کی طبعیت چونکہ موروثی طور پر بگڑ چکی۔ اور بنی آدم کے کسب سے اس طبعی بگاڑ میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ اور اس طرح سے انسان باطنی طور پر نہائت ہی ضعیف ہوگیا اس لئے اس کی حالت یہ ہوگئی کہ جب تک اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے حقیقی نیکی کا علم نہ بخشا جائے اور اس کی روشنی میں وہ اپنے طبعی بگاڑ سے نجات حاصل کرنے کی فکر سے بے پروارہیگا۔ اور چونکہ اس گناہ آلودہ دنیا میں گناہ سے دوچار ہونا اس کے لئے امر ناگریز ہے۔ اور وہ اپنے ذاتی ضعف اور طبعی بگاڑ کی وجہ سے فضل الہیٰ کا سہارا لئے اور نئی طبعیت حاصل کئے بغیر گناہ پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتا اور کسی آزمائش کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بغیر نہ وہ اپنے اس ذاتی ضعف اور اندرونی بگاڑ سے آگاہ ہوسکتا ہے اور نہ اپنی مکروہ حالت سے واقف ہو کر حصول نجات کے لئے بیقرار ہوسکتا ہے۔ اور نہ وہ گرجائے کے بغیر اپنی بیچارگی اور بے بسی کا یقین حاصل کرسکتا اور بنا پر بریں شکستہ دل ہو کر فضل الہیٰ کا سہارا ڈھونڈنے پر مائل ہوسکتا ہے۔ اور فضل الہیٰ پر تکیہ کئے اور روح

القدس کی تائید پا کر گناہ کا مقابلہ کئے بغیر نہ وہ روحانی طور پر مضبوط ہوسکتا ہے اور نہ گناہ پر غلبہ پاسکتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہر ایک انسان آزمائش سے دوچار ہو۔ اور اس میں گر کر اپنی باطنی کمزوری اور طبعی بگاڑ کے متعلق الہٰی ہدائت کی روشنی میں پوری آگاہی حاصل کرے تاکہ وہ حقیقی توبہ (جس سے مراد اپنی مکروہ حالت پر پچتانا اور اپنی بے بسی کا یقین رکھتے ہوئے فضل الہٰی کی طرف متوجہ ہونا ہے) اور خدا تعالیٰ کے مفت فضل پر ایمان رکھنے کے وسیلے سے اس تباہ حالی سے نجات درستگاری حاصل کرے۔ اور نئی طبعیت پاکر روح القدس کی تائید سے روحانی قوت اور باطنی زور میں بڑھتا جائے۔ پس صادق اور راستباز انسان سے مراد ایسا شخص نہیں جو کبھی گناہ میں گراہی نہ ہو سنبھل جائے اور رفتہ رفتہ باطنی انسانیت میں ایسا قوی اور زور آور ہوجائے کہ پھر بڑی سے بڑی آزمائش کا بھی مقابلہ کرسکے اور نہ گرے۔ چنانچہ صادق اور شریر میں یہ فرق ہے

"کہ صادق آدمی سات بار گرتا ہے اور پھر اٹھتا ہے۔ پر شریر بلا میں گر کے پڑا رہتا ہے" (امثال ۲۴، آیت ۱۶)۔

"اگرچہ وہ گرجائے پر پڑا نہ رہیگا کیونکہ خداوند اس کا ہاتھ تھامتا ہے" (زبور ۳۷، آیت ۲۴)۔

" وہ مجھے ہولناک گڑھے اور دلدل کی کیچ سے باہر نکال لایا اور میرے پاؤں اس نے چٹان پر رکھے اور میرے قدموں کو ثابت کیا۔" (زبور ۴۰، آیت ۲)۔

" اے میرے دشمن تو مجھ پر شادمانی مت کر۔ کیونکہ جب میں گرونگا تو اٹھونگا جب اندھیرے میں بیٹھونگا تو خداوند میرے لئے نور ہوگا۔ میں خداوند کے قہر کی برداشت کرونگا۔ کیونکہ میں نے اس کا گناہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میرے لئے حجت ثابت کرے اور میرے لئے انفصال کرے وہ مجھے اجالے میں لائیگا اور میں اس کی راستبازی کو دیکھونگا" (میکاہ ۷، آیت ۸ تا ۹)۔

"اس نے مجھ سے کہا کہ میرا فضل تیرے لئے ہی کافی ہے کیونکہ میری قدرت کمزوری میں پوری ہوتی ہے۔ پس میں بڑی خوشی سے اپنی کمزوریوں پر فخر کرونگا تاکہ مسیح کی قدرت مجھ پر چھائی رہے۔" (۲ کرنتھیوں ۱۲، آیت ۹)۔

جیسے کہ پطرس رسول اور یہوداہ اسکریوتی کی حالتوں میں فرق پایا جاتا ہے کہ مقدس پطرس گر گیا مگر پھر سنبھلا اور روحانیت میں ایسا قوی بلکہ اپنے نام کے مطابق چٹان بن گیا کہ پھر اس سے کہیں بڑی بڑی آزمائشوں پر بھی غالب آتا رہا۔ مگر اس کے برعکس یہوداہ اسکریوتی ایسا گرا کہ پھر سنبھل نہ سکا بلکہ مایوسی کی حالت میں اس نے خود کشی کرلی۔ الغرض مسیحی مسلمات کے مطابق راستبازوہ انسان ہے کہ جس کا انجام بخیر ہو۔ یعنی وہ ایمان کی حالت میں مرے اور راستباز اور مقدس بن کر اس دنیا سے رخصت ہو۔ اور ان مبارک لوگوں میں شامل ہو کہ جن کے گناہ بخشے گئے اور خطائیں ڈھانپی گئیں۔ اور جن کے گناہوں کو خداوند حساب میں نہیں لاتا (زبور ۳۲، آیت ۱ و ۲)۔ پھر

مرزائی نقطہ نگاہ

کے مطابق گنہگار کہلانا بے عزتی اور شرم کا باعث ہے اور اس لئے ان کے نزدیک کسی شخص کے گناہوں کا پردہ فاش ہونے سے وہ بے عزت ٹھہرتا ہے۔ اور نہ صرف گناہ سے بلکہ گنہگاروں کی ذات سے خدا تعالیٰ کو نفرت ہے۔ مگر مسیحی نقطہ نگاہ کے مطابق گناہ ایک مہلک روحانی بیماری ہے۔ جس کا اثر موروثی طور پر کل بنی آدم میں سرائت کئے ہوئے ہے۔ اور اسی روحانی بیماری کی باطنی تاثیر کا ہولناک نتیجہ فعلی گناہ کی صورت میں صدور پذیر ہوتا ہے۔ پس جب اس خارجی اثر بد کے ذریعہ سے گنہگار اپنے اندرونی بگاڑ پر آگاہی پا کر توبہ اور ایمان کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے تو خدائے تعالیٰ جو شافی مطلق ہے اور نہ صرف اس بد کرداری کے نتیجہ یعنی سزا سے اس کو بچالیتا ہے۔ بلکہ

اس بیرونی اثر کے اندرونی سبب سے بھی چھٹکارا دیتا ہے۔ اس لئے گنہگاروں کو نجات دیکر انہیں راستباز ٹھہرانے میں خدا تعالیٰ کی نجات بخش قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ ذکر کلام مقدس میں مندرج ہونے سے ان کی بےعزتی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے ان کی باطنی تقدیس وتطہیر کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے دوسرے گنہگاروں کو بھی یہ خوشخبری ملتی ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرکے اور بذریعہ ایمان خدا تعالیٰ کے مفت فضل میں پناہ لے کر نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ نیز مسیحی نقطہ نگاہ کے مطابق خدا تعالیٰ گناہوں سے تو نفرت رکھتا ہے۔ اور جب تک گنہگار خود بھی اپنے گناہوں سے ویسی نفرت نہ کرے اس وقت تک خدا تعالیٰ اپنی ذاتی قدوسیت کے باعث ایسی طبعیت کے انسان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر گنہگار اپنے گناہوں پر پشیمان ہوکران سے متنفر ہوجائے تو خدا تعالیٰ اس سے ایسی محبت رکھتا ہے کہ جس قدر زیادہ وہ گناہ کے اثر میں مبتلا ہوچکا ہو اسی قدر اس پر وہ اپنے فضل کی بہتات دکھاتا ہے۔(خطِ رومیوں ۵،آیت ۲۰)۔ اور اسے اٹھا کر کھڑا کرنے میں وہ اپنی نجات بخش بیحد قدرت کا اظہار کرتا ہے۔ اور ایسے توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت ننانوے راستبازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے اس کے حضور زیادہ خوشی ہوتی ہے۔"(لوقا ۵،آیت ۷)۔ الحاصل مرزائی صاحبان اگر مسیحی نقطہ نگاہ کے مطابق آنخداوند کے سلسلۂ نسب پر نہ صرف ابراہیم بلکہ آدم تک بھی نظر غائر ڈالیں تو ان کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ آنخداوند کا نسب نامہ سراسر ایمانداروں اور راستبازوں اور مقدسوں پر مشتمل ہے۔ اور ان میں ایک فرد بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو نجات حاصل کئے بغیر گناہوں کی حالت میں مرا ہو اور نہ ان میں کوئی ایسا مشرک پایا جاتا ہے جو شرک و بت پرستی کی حالت میں تادم مرگ مبتلا رہا ہو اور جس نے ایمان کی حالت میں اس دنیا سے کوچ نہ کیا ہو۔

تامار پہلی دادی اور نانی

تامار کا ذکر پیدائش ۳۸،آیت ۶ تا ۳۰ مذکور ہے۔ اور پورا بیان پڑھنے سے صاف روشن ہوجاتا ہے کہ وہ عورت کوئی کسبی نہ تھی۔ بلکہ یہوداہ کے پہلوٹھے عیر کی بیوی تھی (پیدائش ۳۸،آیت ۶)۔ عیر مرچکا تھا(آیت ۷)۔ اور یہوداہ کا بیٹا ادتان ازراہ شرارت اپنے بھائی کی نسل قائم رکھنا چاہتا تھا(آیت ۸و۹)۔ اسی لئے خداوند نے اسے ہلاک کیا(آیت ۱۰)۔ تامار بہت دنوں تک نہایت صبر کے ساتھ اپنے باپ کے گھر میں بیٹھ کر یہوداہ کے اس وعدہ کے ایفاء کا انتظار کرتی رہی کہ یہوداہ کا چھوٹا بیٹا سیلہ جب جوان ہوگا تو وہ اسے دیدیگا۔(آیت ۱۱)۔ یہوداہ نے اپنے اس وعدہ کو پورا نہ کیا(آیت ۲۶) جیسے تامار بیوہ تھی اسی طرح یہوداہ کی بیوی بھی مرچکی تھی۔ اور وہ بھی رنڈوا تھا(آیت ۱۲) یہوداہ کو تامار سے ہمبستری وقت یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اس کی اپنی بہو ہے(آیت ۱۶)۔ سوائے ایک دفعہ کے پھر کبھی یہوداہ اس سے ہمبستر نہ ہوا(آیت ۲۶) اس وقت تک شریعتِ موسوی نازل نہ ہوئی تھی۔ اور لامحالہ جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا (خطِ رومیوں ۵،آیت ۱۳)۔ ان دنوں دیندار گھرانوں میں بھی حقیقی بھتیجی تک سے بیاہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ابراہیم کے بھائی نحور کی بیوی ملکہ اس کے دوسرے بھائی حاران کی بیٹی تھی۔(پیدائش ۱۱،آیت ۲۹)۔ بلکہ ایمانداروں کے باپ ابراہیم کی بیوی سارہ بھی اس کے اپنے باپ تارح کی بیٹی تھی۔ البتہ دونوں کی مائیں الگ الگ تھیں (پیدائش ۲۰،آیت ۱۲)۔ علاوہ بریں خود" یہوداہ نے اقرار کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے کیونکہ میں نے اسے اپنے بیٹے سیلہ کو نہ دیا۔ لیکن وہ آگے کو اس سے ہمبستر نہ ہوا۔"(پیدائش ۳۸،آیت ۲۶)۔ پس مذکورہ بالاحالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی منصف

مزاج اور ایماندار انسان تامار پر طعن و تشنیع کرنے اور اسے زناکار بلکہ بالکل خلاف واقعہ کسبی قراریدنے کی جرات نہیں کرسکتا۔

راحاب دوسری دادی اور نانی

اگر بالفرض محال یہ تسلیم کرلیا جائے کہ سلمون کی بیوی اور داؤد کے پردادا بوعز کی ماں راحاب وہی راحاب فاحشہ تھی جو یریحو کے رہنے والی تھی ۔ اور جس نے اپنے تیئں خطرہ میں ڈال کر خداوند کی قوم کےجاسوسوں کو اپنے ہاں پنادہ دی تھی۔(یشوع ۲،آیت ۱)۔ تو بھی یہ ماننا پڑیگا کہ الہیٰ حکم کے ماتحت شہر یریحو کو بکلی حرم کردینے کے باوجود خدا کے برگزیدہ نبی یشوع نے اس راحاب کی بلکہ اس کے سبب سے اس کے گھرانے کی بھی جان بخشی کی (یشوع ۶ ،آیت ۱۶ و ۱۷ و ۲۵)۔ اورراحاب نے اپنی گزشتہ حالت کو بالکل ترک کرکے اپنے گھرانے سمیت خدا کی برگزیدہ قوم بنی اسرائیل کے درمیان بودو باش اختیار کی (یشوع ۶ ،آیت ۲۵)۔ اور جبکہ صحیحین کی ایک متفق علیہ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ گرمیوں کے ایام میں صرف ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے ایک فاحشہ عورت کے گناہ معاف ہوگئے (دیکھو مشارق الانوار حدیث نمبر ۳۱۸)۔ تو راحاب جس نے اپنے تیئں خطرہ میں ڈال کر خدا کے بندوں کی جانوں کو بچایا۔ اور یریحو کے کل جانداروں کے حرم کئے جانے کے الہیٰ حکم کے باوجود خدا کے ایک برگزیدہ نبی نے جس کی گھرانے سمیت جان بخشی کی ۔ اور جو پہلے موسوی شریعت سے یقیناً ناواقف تھی۔ اور جس نے بعد کو سچی توبہ کرکے اور خدا تعالیٰ پر ایمان لاکر اس کی برگزیدہ قوم بنی اسرائیل میں بدوو باش اختیار کی۔ ایسی خدائے تعالیٰ کی ایماندار اور راستباز بندی کے برخلاف "(جس کا گناہ بخشا گیا اور جس کی خطاڈھانپی گئی اور جس کے گناہ کو خدا حساب میں نہیں لاتا۔") زبان تشنیع دارز کرناکھاں کی عقل اور شرافت اور ایمانداری ہے ؟ کیا کسی کے گناہ بخشنے کے لئے خدا تعالیٰ کو ضروری ہے کہ پہلے مرزائی صاحبان کی رضامندی حاصل کرلے؟ بھلا جس کے گناہوں کو خدا تعالیٰ نے بخش کر اسے راستباز ٹھہرایا ایسی راستباز عورت کی آخری دیندارانہ اور پاکیزہ زندگی کو نظرانداز کرکے اسکی پہلی زندگی پر حرف گیری کرنا کسی خدا ترس انسان سے کیونکر ممکن ہے؟

بنتِ سبع تیسری دادی اور نانی

بنتِ سبع کا ذکر ۲ سموئیل کے ۱۱ اور ۱۲ باب میں پایا جاتا ہے جس کو بغور پڑھنے سے صاف آشکارا ہوتاہے کہ یہ عورت عام طور پر زناکار بھی نہ تھی چہ جائیکہ کوئی بے انصاف شخص اسے کسبی قرادینے کی جرات کرے ۔ بیشک داوٗد اس کے ساتھ اوریاہ کی زندگی میں ہمبستر ہوا(۲ سموئیل ۱۱ ،آیت ۳)۔مگر اس کے بعد خدائے تعالیٰ سے تنبیہ پاکر اس نے سچی توبہ کی۔ اور خدا تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی حاصل کرلی (۲ سموئیل ۱۲ ،آیت ۱۳)۔ اور اپنی شکستگی کی حالت کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

" میں چپ رہا تو میری ہڈیاں سارے دن کراہتے کراہتے گل گئیں۔ کیونکہ تیرا ہاتھ رات دن مجھ پر بھاری تھا۔ میری تراوت گرمیوں کی خشکی سے مبدل ہوئی۔ میں نے تجھ پاس اپنے گناہ کا اقرار کیا اورمیں نے اپنی بدکاری نہیں چھپائی۔ میں نے کہا میں خداوند کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کرونگا۔ سو تو نے میری بدزاتی کے گناہ کو بخش دیا۔"(زبور ۳۲،آیت ۳تا ۵)۔

اور وہ لڑکا جو اس حالت میں بنتِ سبع کے بطن سے پیدا ہوا وہ باوجود داؤد کی آہ زاری کے مرگیا(۲ سموئیل ۱۲ ،آیت ۱۴)۔ اور جس وقت سلیمان پیدا ہوا(۲ سموئیل ۱۲ ،آیت ۱۴)۔ اس وقت وہ داؤد کی جائز بیوی تھی ۔ پس بنتِ سبع کا حوالہ دیکر بھی آنخداوند کی تین دادیوں اور نانیوں کو زناکار بلکہ کسبی عورتیں قرار دینا کسی صاحب عقل

وانصاف اور خدا ترس انسان کا کام نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ہم بھی اس قادیانی منطق سے کام لے کر مرزائی صاحبان سے پوچھیں کہ کیا انبیاء کی بیویاں بھی تمہارے عقیدہ کے مطابق معصوم عن الخطا ہوتی ہیں؟ اور کیا انبیاء کی بیویوں میں سے ہر ایک کے متعلق مومن کے لئے یہ یقین حاصل کرلینا ضروری ہے ؟ کہ وہ پہلے ایسی عورتیں تھیں جو بالکل کسی مرد سے نا آشنا ہوں۔ یا ان کے متعلق صرف اسی قدر یقین حاصل کرلینا ضروری امر ہے ؟ کہ ان کی پہلی زندگی میں (خواہ وہ زندگی ایام جاہلیت سے ہی متعلق ہو) چال چلن کے متعلق ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو؟ تو کیا مرزائی صاحبان ان سوالوں کا جواب اثبات میں دیکر کل نبیوں اور راستبازوں کی ہر ایک بیوی کے متعلق ایسا یقین دلانے کو تیار ہونگے ؟ اور اگرجواب نفی میں ہو تو پھر پہلے راستبازوں اور نبیوں کی بیویوں کے ان گناہوں کے متعلق جو بخشے گئے زبان تشنیع دراز کرکے اس سے آنخداوند کی بد پرہیزی ثابت کرنے میں مرزا صاحب قادیانی کہاں تک حق بجانب ہیں؟ کیا بعض راستباز عورتوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے اور بعض کو ناحق کسبی عورتیں قرار دینے میں کسرِ صلیب کا راز مضمر ہے ؟ اور کیا ایسے کام کے لئے کسی مسیح بلکہ مسیح موعود کی ہی ضرورت تھی؟ یہودی یا آریہ اس کے لئے کافی نہ تھے؟ اور کیا یہ گالی گلوچ ہی مرزاصاحب کے " لبوں پر رحمت جاری " ہونے کے ذہنی مفہوم کا خارجی مصداق ہے؟ اور کیا خدا کی غیرت نے پہلے بھی کبھی یہ دکھایا کہ مخالفوں کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی طرف سے کوئی ایسا نبی بھیج دیا جو دوسروں کو گالیاں دیکر کہے کہ یہ الہیٰ غیرت کا اظہار ہے؟

مرزا صاحب کے من گھڑت اعتراضات

پس جو شخص بنظرِ غور وانصاف کلامِ مقدس کا مطالعہ کریگا وہ ضرور ہماری اس رائے پر صادر کریگا کہ آنخداوند کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کے ناگفتنی الفاظ محض ان کے اپنے من گھڑت خیالات کا آئینہ ہی ہوسکتے ہیں۔ ورنہ

۱۔ کلامِ مقدس میں نہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ خداوند مسیح کی تین دادیاں اور نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔

۲۔ کلامِ مقدس میں یہ پایا جاتا ہے کہ آنخداوند کا وجود کسبی عورتوں کے خون سے ظہور پذیر ہوا۔

۳۔ نہ کلامِ مقدس میں کسی بیان میں آنخداوند کے کنجریوں سے میلان اور صحبت کا ذکرموجود ہے۔

۴۔ اور نہ کسی گنہگار عورت کا ذکر ہی بدیں غرض کلامِ مقدس میں مذکور ہوا کہ اس کی بنا پر کسی مخالف مسیح کو آنخداوند کی شان میں گندی گالیاں اور گستاخانہ کلمات لکھنے کا موقع ملے۔

اور جس واقعہ سے مرزا صاحب قادیانی نے آنخداوند کی بد پرہیزی کا نتیجہ اخذ کیا ہے اس واقعہ کو لکھنے سے بھی انجیل نویس کی یہ غرض ہرگز نہ تھی کہ اس سے اپنے منجی اور خداوند کو بدپرہیز ثابت کرے اور نہ اس کل واقعہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد کوئی صاحب خردوانصاف یہ کہہ سکتا ہے کہ جس عورت نے آنخداوند کے پاؤں پر عطر ڈالا۔ اور پیچھے کھڑی ہوکر روتے ہوئے اپنے آنسوؤں سے اس کے پاؤں بھگوئے اور اپنے سر کے بال سے پونچھے(لوقا ۷،آیت ۳۸)۔وہ کوئی " جوان کنجری " یا "بدکار کنجری" تھی۔ اور نہ یونانی لغت کی روسے کسی مرزائی عالم کے لئے یہ ثابت کردینا ممکن ہے کہ جس یونانی لفظ کا صحیح ترجمہ " بد چلن عورت " کیا گیا ہے (لوقا ۷،آیت ۳۷) اس کا ترجمہ "جوان کنجری " یا بدکار کنجری" ہونا چاہیے۔ بلکہ اس کا کنجری ہونا تو درکنار ہر کس وناکس اس کی نسبت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ واقعی بد چلن بھی ہے جیسا کہ میزبان فریسی کے اس خیال سے ظاہر ہے کہ :

"اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اسے چھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے؟(لوقا ۷،آیت ۳۹)۔

حالانکہ کسی " جوان کنجری" یا " بدکار کنجری" کے جاننے کے لئے خصوصاً اس زمانہ میں کسی طرح کی نبوت یا غیب دانی کی ہر گز ضرورت نہ تھی۔ اور پھر کٹر سے کٹر مخالف مسیح بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ ان دنوں کسی فریسی جیسے پابند شرع اور ازحد ظاہرداری یہودی کے گھر میں کسی " جوان کنجری "یا بدکار کنجری" کا یوں کھلے بندوں داخل ہونا کس طرح ممکن بھی تھا۔ اور پھر اس مفروضہ کنجری کا اتنی دیر تک وہاں ٹھہرے رہنا اور فریسی کا اس کی موجودگی کو گوارا کرلینا اور بھی عجیب ہوگا۔ پس باوجود یونانی زبان نہ جاننے کے مرزا صاحب قادیانی کا واقعات سے چشم پوشی کرکے اس عورت کو " جوان کنجری " یا بدکار کنجری" قرار دینا کسی طرح بھی جائز نہیں ٹھہر سکتا اور ماننا پڑیگا کہ آنخداوند کی مخالفت میں آپ اندھا دھند ہر طرح کے جائز اور ناجائز اعتراضات گھڑنے پر تلے ہوئے تھے۔ اور صرف یہی نہیں کہ مرزا صاحب نے تحکم محض کے طورپر" جوان کنجری " یا بدکار کنجری" ہی لکھ دینے پر اکتفا کیا بلکہ آپ کی نظر میں وہ فریسی بھی غالباً کوئی جوان یا بدکار کنجر ہی تھا جس کے گھر آنخداوند تشریف لے گئے اور یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ جیسا کہ آپ کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ

" حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر جانا اور اس کا عطر جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا۔"(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۷۸)۔

کسی " جوان کنجری" کے آنخداوند کے پاؤں کو ہاتھ لگادینے سے بھی کلمتہ اللہ ناپاک نہیں ہوسکتے

لیکن اگر بالفرض بقول مرزا صاحب یہ مان بھی لیں کہ وہ عورت واقعی کوئی" جوان کنجری" ہی تھی۔ پھر بھی مرزا صاحب یا ان کے مرید یہ ثابت کرنے سے قاصر رہینگے کہ " کسی جوان کنجری" کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا غیر ممکن ہے۔ اور کہ ایسی عورت کے گناہ معاف ہی نہیں ہوسکتے۔ مرزاصاحب نے غالباً آنخداوند کو بھی قادیان کے کسی فتو خیر اجیسا ہی پرہیزگار سمجھ لیا ہوگا جبھی آپ نے نہائت بیباکی سے یہ لکھ دیا کہ

" کوئی پرہیزگار انسان کسی جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے۔"

گویا مرزاصاحب کے نزدیک کسی جوان کنجری کے کسی پرہیزگار کے سر یا پاؤں کو چھوتے ہی اس پرہیزگار کی پرہیزگاری عنت ربود ہوجاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب جیسے کسی پرہیزگار انسان کا (بخیال خودش) کسی جوان کنجری کے ناپاک ہاتھ لگانے سے بدپرہیزہوجانا ممکن ہو تو ہو مگر کلمتہ اللہ کی پرہیزگاری کی عنان اگر ایسی باتوں سے ہی دوست رفتہ ہوجاتی تو وہ گنہگاروں کا حکیم اور شافی کیونکر مانا جاسکتا ؟ وہ تو دنیا میں آیا ہی گنہگاروں کے لئے تھا۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا کہ :

تندرستوں کو حکیم درکار نہیں بلکہ بیماروں کو۔ مگر تم جا کر اسکے معنی دریافت کرو کہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں ۔ کیونکہ میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بلانے آیا ہوں ۔"(متی ۹،آیت ۱۲ تا ۱۳)۔

مرزاصاحب کی امت سے ہم پوچھتے ہیں کہ جو شخص کسی گنہگار کے چھونے سے خود ہی ناپاک ہوجائے وہ گنہگاروں کا منجی ہونے کے قابل کیونکر ٹھہر سکتا ہے؟

اور پھر ایسی پرہیزگاری کے حقیقی اور اصلی ہونے میں بھی کیا شک ؟ کہ کسی بد چلن عورت یا کنجری کا ہاتھ لگا نہیں اور کسی حقیقی پرہیزگار کی پرہیزگاری رفو چکر ہوئی نہیں۔ ایک پرہیزگار انسان کے پاؤں کو کسی کنجری کے صرف ہاتھ لگادینے سے ہی اس کو بدپرہیزقراردینے سے غالباً یہ مراد تو ہوسکتی کہ مرزا صاحب کے نزدیک چھوت چھات کے عقیدے کی بنا پر کسی گنہگار عورت یا جوان کنجری کے ایک نیک اور پرہیزگار انسان کے سر یا پاؤں کو محض ہاتھ لگادینے سے ہی وہ روحانی طور پر ناپاک اور گنہگار بن جاتا ہو اور اس کی حقیقی پرہیزگار کی پرہیزگاری رفو چکر ہوئی نہیں۔ ایک پرہیزگار انسان کے پاؤں کو کسی کنجری کے صرف ہاتھ لگادینے سے ہی اس کو بدپرہیزگار قرار دینے سے غالباً یہ مراد تو ہو نہیں سکتی کہ مرزا صاحب کے نزدیک چھوت چھات کے عقیدے کی بنا پر کسی گنہگار عورت یا جوان کنجری کے ایک نیک اور پرہیزگار انسان کے سر یا پاؤں کو محض ہاتھ لگادینے سے ہی وہ روحانی طور پر ناپاک اور گنہگار بن جاتا ہو اور اس کی حقیقی اور روحانی پرہیزگاری باطل ٹھہرتی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس آپ کی یہی مراد ہوسکتی ہے کہ ایک پرہیزگار کے سر یا پاؤں کو کسی جوان کنجری کے ہاتھ لگادینے سے اس مفروضہ پرہیزگار کے دل میں گندے خیال پیدا ہوجاتے ہیں۔ پس اگر مرزائی صاحبان کے نزدیک حقیقی پرہیزگاری یہی ہے تو واضح ہو کہ یہ کلام مقدس کے روسے ایسی پرہیزگاری یقیناً گندی دھجی کی مانند ہے جو خدا تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں ٹھہر سکتا ۔ اور ایسا شخص " سفیدی پھری ہوئی قبر کی مانند" صرف ظاہری اور نمائشی پرہیزگاری ہوسکتا ہے جس کی حقیقی پرہیزگاری یعنی تہذیب باطن کا مرتبہ حاصل نہ ہو۔ ورنہ حقیقی پرہیزگار بلکہ انسان کامل پرہیزگار ہونا بھی اگر صرف اسی وقت تک تسلیم کیا جائے جب تک کہ وہ کسی آزمائش سے دوچار نہ ہو۔ یعنی جب تک کہ وہ صدور گناہ کا امکان ہی نہ پایا جائے ۔ اور جونہی صدورِ گناہ کا موقع ملا یا کسی آزمائش سے سابقہ پڑا وہ مفروضہ پرہیزگار چاروں شانے چت گرا!۔